دار الثقافة الاسلامیه
سے عروة الوثقیٰ

اثر کوبیده کوفته شده

علی شرف الدین

دار الثقافة الاسلامیة پاکستان

مطلع الکراسة

میں کیوں اور کیسے سنی ہوگیا؟

جس دن سے ہم نے قرآن کو اٹھایا تو شیعہ میرے بارے میں کہنے لگے میں سنی ہوگیا ہوں کیونکہ شیعوں میں رہنے کیلئے قرآن کو نہیں اٹھا سکتے۔ جس دن سے میں نے سنت محمدؐ کو اٹھایا تو کہنے لگے سنی ہوگئے ہیں کیونکہ شیعہ سنت محمدؐ پر عمل نہیں کرتے "کہتے ہیں یہ ہمیں صحابہ کے توسط سے ملتی ہے"۔ جس دن میں نے صحابہ کو سبّ کرنے کی مخالفت کی، عزاداری اور ذکرِ قیام امام حسینؑ سے اباطیل، اکاذیب اور خرافات کو نکالنے کی درخواست کی تو کہنے لگے میں سنی ہوگیا ہوں۔ جب میں نے حج کو مسخ کرنے، میقات توڑنے یعنی ہر گلی، محلے اور سڑک سے احرام باندھنے، مسجد نبوی، مسجد الحرام میں جمعہ و جماعت میں شرکت نہ کرنے کی مخالفت کی تو میں انکی نظر میں سنی ہوگیا۔ جس دن میں نے حضرت علی کے کعبہ میں پیدا ہونے اور اسے زچہ خانہ علی کہنے کی مخالفت کی تو میں سنی ہوگیا، جس دن قرآن و سنت سے متصادم اور خود ساختہ احادیث کی چھانٹی کرنے کی درخواست کی تو حسب تشخیص علامہ نجفی میں پرویزی ہوگیا یا جس دن قرآن و سنت سے متصادم فتوئ کی نشاندھی کی اس دن سے میں پرویزی ہوگیا۔ فقہاء و مجتہدین نے زمان و مکان کے تقاضوں کے تحت ایران و عراق کے لئے علیحدہ اور پاکستان وغیرہ کیلئے علیحدہ فتوئ کی تصویب کی مثلاً ایران و عراق میں صرف علی ولی اللہ جبکہ پاکستان کیلئے علی ولی اللہ کو خلیفۃ بلافصل کے اضافہ کے ساتھ تصویب کیا ہے۔ جس دن میں نے توسل کے نام سے گھوڑے، جھنڈے، جھولے اور ضریحوں سے حاجتیں مانگنے کی مخالفت کی تو میں سنی ہوگیا۔ جس دن موہوم اور خود ساختہ مسلمات دین جو امام مہدی کے نام سے مفاد پرستوں نے گھڑی ہیں کے متعلق بات کی تو آغا جواد نقوی کی نظر میں، میں بد دماغ اور غامدی ہوگیا۔ یہاں سے ہی اساتید جامعہ کوثر کو میری کتابوں سے سنیت کی بُو آنے لگی، پتہ نہیں کس کتاب سے زیادہ آئی ہے، یہ واضح نہیں کیا گیا۔

یہاں میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے کلمہ سنی سے نفرت نہیں، کیونکہ سنی سنت سے ہے، سنت میرے دین کا مصدر و مآخذ ہے، میرے نبیؐ کا کردار و گفتار ہے۔ مجھے سنیوں سے گلہ و شکوہ اس لئے ہے کہ انھوں نے قرآن جو مربیؔ و ہادی اور نشانِ نبیؐ تھا اُسے پس پشت ڈال کر صرف سنت نبیؐ سے استناد کیوں کیا؟ مجھے ان سے یہ بھی شکوہ و شکایت ہے آپ نص کے خلاف ہوتے ہوئے بھی بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء کیلئے نص سے کیوں دفاع کرتے ہیں۔

قرآن کی رو سے دوسرا مصدر اسلام نبی کریمؐ کی سنت ہے لیکن اسے چھوڑ کر حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں، حنبلیوں سے استناد کیا جاتا ہے؟ اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام حنبل کوئی مشکوک و گمنام یا نعوذ باللہ جاہل شخصیات تھیں۔ ان کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کیا قرآن اور سنتِ رسولؐ کے علاوہ کوئی اور کتاب یا ہستی ایسی ہے جس کا قول و سنت حجت ہے؟ آپ نے انھیں کس قول و سند سے حجت بنایا؟ قول و کردار صرف پیغمبرؐ کا حجت ہے، حتیٰ خلفاء و آئمہ کا بھی نہیں۔ تاہم اگر ہم تنزل کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں وہ اپنے دور کے برجستہ علماء اور راوی فرق تھے۔ لیکن آپ اس سے بھی تنزل کر کے گروہِ حنفی، گروہ مالکی، گروہ حنبلی و شافعی کے مقلد بنے ہیں، اس پر آپ افتخار کرتے ہیں کہ ہم تقلیدی ہیں لیکن ان چاروں کے بعد جن کا قول حجت ہے وہ کون ہے؟ گویا آپ نے مسلمانوں اور قرآن و سنت کے درمیان ایک خلیج بنائی ہے، اب عوام تو درکنار خواص بھی اوپر جانے کے لئے تیار نہیں۔ یہ دین و ملت کے لئے ایک ظلم و جنایت ہے کہ حجت کو علی، جعفر صادق، حنفیہ، مالک، شافعی یا ابوبکر، عمر، عثمان کے نام سے قائم کریں یہ سب سورۃ نساء کی آیت ۱۶۵ ﴿رُسُلاً مُبَشِّـــرِيـــنَ وَ مُنْذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ كَانَ اللَّهُ عَزِيزاً حَكِيما﴾ کے تحت خلافِ قرآن ہے۔

میں یہ بھی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ میں یہاں شیعہ بطور ایک فرقہ یعنی اسلام کے خلاف عام مسلمانوں سے ہٹ کر ایک فقہ مستقل کا حامل شیعہ نہیں ہوں۔ مجھے وہ شیعہ بھی قبول نہیں جنھوں نے مینارِ پاکستان پر کہا 'آج کے بعد ہم ایک ہیں اور ہمارے پاس ایک ہی شیعہ ہے اس میں تعدد نہیں ہے، جبکہ حضرت علی اسلام کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف، خلفاء کے خلاف نہ تھے۔ حضرت علی سے اسلام کا سنہری دور ختم ہوا جبکہ معاویہ سے انحراف کا دور شروع ہوا۔ یہاں جب تک ان دونوں کی خصوصیات و امتیازات معلوم نہیں ہو جاتے، انکی شناخت ممکن نہیں ہو سکتی اور اس وقت تک ہم شیعہ ہونے اور کس کے شیعہ ہیں کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ آیئے اس حوالے سے پہلے مرحلے میں معاویہ کے اعمال کو سامنے لاتے ہیں تاکہ انکے شیعہ، انکی پیروی کرنے والے بھی واضح ہو سکیں:

۱۔ انہوں نے اقتدار پر آنے اور منصب خلافت چھیننے کیلئے خون آلود قمیص حضرت عثمان کو دار الخلافہ، مسجد اموی اور قصر خلافت اور اہم مراکز پر لٹکایا۔ جہاں

ذاکرین اور خطباء نے انکی مظلومیت کی داستان سنائی کہ کس طرح انہیں گھر میں محصور کیا گیا، ان کے کھانے پینے پر پابندی لگائی اور آخر کار انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے قاتل حضرت علی کے لشکر میں موجود ہیں۔ لوگوں نے زارو قطار رونا شروع کیا اور بدلہ لینے کا مطالبہ کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے اپنا مقصد نکالنے کیلئے قمیص و چادر دکھا کر لوگوں کو رلانے کی سنت معاویہ سے شروع ہوئی، اس سنت سے حضرت عثمان کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوا لیکن معاویہ کو عظیم مملکتِ اسلامی کا اقتدار ملا، اس منطق سے سہارا لینے والے شیعان معاویہ ہی ہونگے، گر چہ وہ حضرت حسین اور حضرت زہراء کا نام ہی کیوں نہ لیتے ہوں یعنی زہراء اور قمیص حسین کی بات کرنے والے بھی شیعہ معاویہ ہیں۔

اس سنت کی موثریت کو دیکھ کر آل بویہ غالی نے چادر زہراء، مزرعہ زہراء (فدک)، قمیص حسین سے لوگوں کو رلایا اور اپنا اقتدار قائم کیا۔

۲۔ معاویہ نے اپنی حکومت کے استحکام اور عوام میں علی کی مقبولیت کو گرانے، دشمنی کا بیج بونے اور عداوت پھیلانے، حضرت علی سے انتقام لینے اور اپنے دل کو ٹھنڈا کرنے کیلئے سبّ و شتم کا آغاز کیا۔ لہذا آج کہیں بھی سبّ و شتم کرنے والے شیعان معاویہ ہونگے کیونکہ سبّ و شتم کو معاویہ ہی نے رواج دیا ہے۔

۳۔ معاویہ کے نزدیک اسلام و مسلمین سے زیادہ خاندان امیہ اہمیت کا حامل تھا۔ اسی لئے اس نے مسلمانوں کے مطالبات کو مسترد کیا اور خلافت کے جھنڈے کو اپنے گھر میں نصب کیا۔ چنانچہ مصلحتِ اسلام و مسلمین سے ہٹ کر اپنی قوم و ذات اور قبیلے کی بات کرنے والے شیعہ معاویہ ہونگے۔

اب ہم دیکھتے ہیں حضرت علی نے اپنے دور اقتدار میں حریفوں اور رقیبوں سے کیا سلوک روا رکھا اور اس وقت آپکے ساتھ کون کون تھے:

۱۔ آپ نے اپنے اقتدار کیلئے چادر زہرا کو استعمال نہیں کیا۔

۲۔ آپ نے اپنے اقتدار کے دوام کیلئے معاویہ پر سب و شتم نہیں کیا بلکہ ایسا کرنے والوں کو روکا۔

۳۔ حضرت علی نے اپنی محرومیت کے بدلے میں اسلام و مسلمین کی مصلحت کو مقدم رکھا۔

ہم اس حوالے سے حضرت علی کے پیروکار ہیں۔ ہم اسی حوالے سے ہی امت کی وحدت کے خواہاں ہیں اور حضرت علی کی سیرت کی تاسی کرنے کے داعی ہیں۔ ان حقائق کو مدنظر رکھنے کے بعد جو مجھے سنی کہتے ہیں وہ درحقیقت شیعہ معاویہ ہیں کیونکہ حضرت علی کی سیرت کو چھوڑ کر معاویہ اور خوارج کی سیرت کو اپنا کر وہ شیعہ حضرت علی نہیں بن سکتے۔

اسلام آباد میں جامع مسجد غلات کے امام جمعہ و جماعت اور استاد جامعہ کوثر کو اپنے خطابات میں بھی یہی اصرار کرتے ہوئے سنا گیا ہے کہ میں سنی ہو گیا ہوں اور لوگوں کو سنیت کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔ ان تمام الزامات و تشدد کے باوجود میں انکی ضد میں خود کو سنی نہیں کہوں گا اور خود کو سنیت سے متعارف نہیں کرواؤنگا۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت نے بھی قرآن پر عمل کرنے اور اسے تطبیق کے مراحل سے دور کرنے کرنے کیلئے اسے تنہا حفظ تک محدود کرنے کے ساتھ ساتھ سنت رسولؐ کو بھی چھوڑا ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو دوسری و تیسری صدی کی شخصیات سے انتساب کرتے ہیں اور اپنے آپکو حنفی، مالکی، شافی اور حنبلی کہلواتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم نے دین انہی سے لیا، انکا ہم پر احسان ہے اور وہ ان سے اوپر جانے کیلئے تیار نہیں۔ یہاں ہم اس حوالے سے سنی نہیں ہو سکتے۔ یہ خود کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے انتساب کراتے جو قرآن و سنت کے پابند تھے تو بہتر ہوتا کیونکہ انہوں نے قرآن و سنت کے درمیان کسی اور کو داخل نہیں کیا اور کوئی دوسرا حزب نہیں بنایا۔ چاروں خلفاء دین اسلام و قرآن و سنت پر عمل پیرا تھے۔ علی ان سے حکم شریعت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی وہ آپ سے اس حوالے سے کسی قسم کا اختلاف رکھتے تھے۔ غرض ہم خود کو سنی اس لئے نہیں کہلواتے کیونکہ اہل سنت ایک پاؤں سے لنگڑے ہیں جبکہ یہ شیعہ دونوں پاؤں سے لنگڑے ہیں یعنی قرآن و سنت دونوں سے محروم ہیں اور زمین گیر ہیں۔

حضرت علی کے دور میں لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ اس وقت حضرت علی قرآن و سنت اور استحقاق ولیاقت اور امت کے انتخاب کے تحت خلیفہ برحق تھے میں اس حوالے سے شیعہ علی ہوں اور معاویہ اور خوارج کو باطل پر سمجھتا ہوں۔ میں رائج فرقہ شیعہ سے خود کو الگ رکھنے کیلئے خود کو شیعہ علی کہلواتا ہوں۔ اس لئے کہ حضرت علی قرآن و سنت کے تابع تھے۔ یہاں اس وضاحت کی ضرورت ہے کہ رائج فرقہ شیعہ کو قرآن و سنت سے چڑ ہے، ان کے پاس کل دین علی اور کل عمل عزاداری ہے۔ میں ان سے نہیں ہوں میرا دین اتباع قرآن و سنت تک محدود ہے۔

میں شیعہ سبائیہ' کیسانیہ' مختاریہ' سفاکیہ' خطابیہ' دیصانیہ' میمونیہ' قداحیہ' عماریہ' عجلیہ' اسماعیلیہ' بہریہ' مستعلیہ' نزاریہ' بنانیہ' صفویہ' شیخیہ' عمرانیہ نہ کبھی رہا اور نہ ہی ہونگا۔ حضرت علی ابن ابی طالب مسند خلافت کے لئے لائق اور قابل تھے ان کے ساتھ اس حوالے سے ناانصافی کی گئی۔ لیکن اس غلطی کا ارتکاب کرنے والے فرعون ونمرود یا گورباچوف، گاندھی، نہرو نہیں بن سکتے، کیونکہ حضرت علی کے لئے فرعون، نمرود، گاندھی کا ساتھ دینا جائز نہیں تھا۔ حضرت علی نے خلفاء کا ساتھ دیا ان کے پیچھے نماز پڑھی ان کے حکم پر محاذ جنگ پر گئے کئی تاریخی واقعات میں ملتا ہے آپ نے ان کے کہنے پر قضاوت کی، ان کی غیر موجودگی میں ان کے جانشین بنے۔ حضرت علی نے کبھی انھیں سبّ و دشنام نہیں کیا۔ حضرت علی کے اس سیرت وکردار سے پتہ چلتا ہے کہ خلفاء کو سبّ کرنے والے شیعانِ حضرت علی واہلبیت نہیں بن سکتے بلکہ وہ شیعہ خوارج ہیں اور قاتل علی وحسین ہیں، بلکہ اگر کوئی یہ کہے تب بھی غلط نہیں ہوگا کہ وہ قاتلِ ملت اسلامیہ ہیں، یہ شیعہ خوارج ومعاویہ ہیں، کیونکہ اس فعلِ قبیح کو رواج دینے والے خوارج اور معاویہ ہیں۔ ہم شیعہ علی ہیں اس لئے ہم نے کبھی لعن نہیں کی بلکہ خلفاء مسلمین پر لعن کرنے سے روکا ہے۔ ہمیں اسی سبّ ولعن کو روکنے کی پاداش میں اس روزگار کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

میری سابقہ تالیفات اور خطابات جو اس وقت بعض کے پاس آڈیو، وڈیو میں ہوں گے میں یہ بات موجود ہے کہ ہم امام مہدی کو مانتے تھے اسی لئے ہم نے دعائے ندبہ کو شروع کیا اور اس پر شرح لکھی (صفحہ ۵۲)۔ اسی طرح ہم نے پہلی کتاب ولایتِ فقیہ پر لکھی، جسے امامیہ کے کھارادر یونٹ نے شائع کیا۔ ہم نے عصرِ حاضر کی مرجعیت کے عنوان سے کتاب لکھی ہے، اس پر ہم نے مجالس و دروس دیئے تھے، وہ اب بھی آڈیو، وڈیو کی صورت میں موجود ہیں۔ آج میری تالیفات کا جواب نہ بننے یا جواب نہ دینے سے قاصر و عاجز آنے کے بعد یا جواب دینے سے پنڈورا بکس کھلنے کے ڈر سے میری کتابوں اور دروس کو میرے اوپر پھینک رہے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں آپ نے ۸۲ء میں یہ کہا تھا، ۸۳ء میں یہ کہا تھا یا اس کتاب میں یہ کہا تھا، اس صفحے پر یہ لکھا تھا۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا لیکن میرے اس سوال کا جواب دیں ۸۳ء سے اب تک تقریباً تیس (۳۰) سال کے عرصے میں تقریباً ایک ہزار (۱۰۰۰) کتابیں خرید کر پڑھ چکا ہوں۔ کیا یہ سب دیکھنے اور سوچنے کے باوجود ابھی بھی اپنی پرانی بات پر بضد رہوں یا ابھی بھی غلط تقلید پر چلوں۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ میں شیعہ ہی تھا۔ اسی طرح ہم نے دو تین سال پہلے امام مہدی کے وجود وظہور پر پیش کردہ دلائل کو ناکافی اور مخدوش قرار دیا تو انھوں نے ہمارے خلاف یہ مہم چلائی ہم امام مہدی کو نہیں مانتے۔

کتب کے مطالعہ کے دوران رفتہ رفتہ مجھے یہ اندازہ ہوا کہ حضرت امام حسین کی مصیبت کے وارث بن کر اس مذہب کو کہانی، خانہ خرافات، اباطیل خانہ، منابر پر ضد اسلام وضد قرآن، عقائد ونظریات، غصہ بر مسلمین شامل کر کے اسے اسلام کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے۔ اگر کسی کو شیعوں سے نفرت ہے تو یہ اسلام کے مقابل کھڑا ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔ شیعہ کیوں خلفاء کو 'سبّ' کرتے ہیں؟ میں پہلے دن سے ہی اس کا مخالف ہوں۔ چنانچہ بعض افراد ہمارے ادارے دارالثقافۃ الاسلامیہ کو

'دارالسقیفہ' کہتے تھے۔ اگر آپ واقعی اسلام سے تعلق ولگاو رکھتے تو خلفاء کو طنز کا نشانہ بنانے کی کوئی منطق نہیں بنتی۔ اس کے چند مفروضے بنتے ہیں:

۱۔ کیا انھوں نے فارس وروم کے مجوس ونصاریٰ ومشرکین کے میناروں، بت کدوں کو مسمار ومنہدم کیا، اس لئے وہ مخالفت کا سبب بنے ہیں۔

۲۔ انھوں نے قیصر وکسریٰ اور ہرقلوں کی سنت انتخاب کو مسترد کیا تھا، کیا وہ اس لئے غلط ہیں، کیا وہ مروجہ سیاست کے حربوں کو استعمال کر کے خلافت پر آئے؟۔

۳۔ حضرت علی کو نظر انداز کیا لیکن جو شخصیات حضرت علی کے لئے باعث نفرت نہیں بنیں وہ آپ کیلئے باعث نفرت کیسے بن گئیں؟

۴۔ دشمن اسلام کو نیست ونابود کرنے کے بعد انھوں نے اسلام کے لئے فتح ونصرت کے جھنڈے لہرائے، کیا اس لئے آپ ان کے مخالف ہیں؟

۵۔ انہوں نے اپنے اقتدار کو اپنے بیٹے، نواسے، پوتے، پوتیوں اور پارٹیوں کے لئے سفارش نہیں کیا، اسے وراثت میں نہیں دیا، کیا اس لئے وہ برے تھے؟

میں یہاں خلفاء سے بغیر دلیل ومنطق دفاع نہیں کر رہا بلکہ میں اسلام کی تاریخ سے دفاع کر رہا ہوں، میں یہاں علی بن ابی طالب کے اقتدار کی کرسی کو اہمیت نہ دینے پر ناز کرتا ہوں۔ شیعوں کے منہ سے لفظ اسلام آسانی سے نہیں نکلتا بلکہ انھیں یہ سننا تک گوارا نہیں، اسی لئے لاہور اور کراچی کے سرمایہ دار اپنی تقاریب اور خصوصی نشستوں میں بار بار کہتے ہیں ہمیں اپنے لئے کام کرنا ہے، ہمیں عام مسلمانوں سے کیا واسطہ؟ دوسری طرف علماء برملا انکی سرپرستی کر رہے ہیں۔ یہ اتحاد المومنین کی بات کرتے ہیں اور بعد میں دھوکہ دہی کے لئے اتحاد المسلمین کا نعرہ لگاتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت شیعہ غلات کی سرپرستی کرنے والے تینوں قائدین اتحاد

کے داعی بنے ہوئے ہیں لیکن میں یقین کے ساتھ دلیل قاطع سے کہتا ہوں، حقیقی سنی ان سے اتحاد نہیں کرینگے، ان کے اتحادی وہ سنی ہیں جو صرف نام کے سنی ہیں جو حقیقت میں قیام سنت رسولؐ نہیں چاہتے بلکہ وہ سیکولر سنی ہیں محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے اسلام والے سنی ہیں۔ بہت سے دانشور اور اہل تجسس ہم سے پوچھتے تھے آپ کس سے متاثر ہیں، پہلے تو میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انھیں کیا جواب دیا جائے کیونکہ بشریت کے لئے رسول اللہ کے سوا کوئی نمونہ نہیں۔ میں کسی سے متاثر نہیں ہوا ہوں۔ لیکن بہت غور کرنے کے بعد معلوم ہوا دنیا میں انسان عموماً دو گروہوں سے متاثر ہوتا ہے، ایک گروہ فاسد و الحاد سے جہاں وہ اپنے فساد کو بلا وقفہ پھیلاتے ہیں۔ دوسرا گروہ صالحین کا ہے یہ لوگ گذشتہ انبیاؑ کی سیرت سے اسباق اور عبرت لیتے ہیں۔ میں الحادیوں اور کمیونیزم سے اس حوالے سے متاثر ہوا کہ وہ دلیل سے عاری ہونے کے باوجود بر ملا اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہیں ان کے پاس تشدد ہے ان کے پاس آخرت، عقیدہ، ثواب اور اجرو عقاب کا تصور نہیں لیکن وہ اپنے مشن میں سرگرم رہتے ہیں۔ جبکہ دین اسلام میں اللہ کی توحید اور اس کے ہر جگہ موجود ہونے پر ذرات سے کہکشاں تک اور آسمان و زمین سب اس پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا میں متوجہ ہوا کہ میں کیوں بے دلیل اور متشدد افراد کا ساتھ دوں جن کے پاس اللہ اور اسکے دین کے خلاف کوئی ایک دلیل بھی نہیں ہے۔

ہم نے حضرت محمدﷺ کی حیات طیبہ سے اخذ کیا جنگ احد میں ہزیمت کھانے اور لہولہان ہونے کے بعد انہی زخمیوں کو دوبارہ آمادہ کر کے فاتح لشکر کا پیچھا کیا۔ یہ بتانے کے لئے کہ تم سوچتے ہو ہم شکست کھائے ہوئے ہیں، ہم شکست کھاتے ہیں لیکن ہمارا دین شکست نہیں کھاتا، اگر ہم شکست کھاتے ہیں تو دین سے سہارا لے کر دوبارہ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اہل باطل کیلئے صرف یہی جہاں ہے، انھوں نے جو کچھ کرنا ہے اسی میں کرنا ہے جبکہ ہمارے پاس دو جہاں ہیں اگر یہاں شکست کھائی تو دوسرے جہاں میں صلہ ملے گا۔ ہم نے اپنی زندگی کے تمام نشیب و فراز میں اسلام و سیرت محمدؐ سے سہارا لیا ہے۔ میں ان شیعوں سے بدظن ہوں جو نام اسلام، قرآن محمدؐ اور کعبہ سے ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔ الحمدللہ میں فرقوں کے سیلاب میں غرق نہیں ہوا۔ اس وقت بہت سے شیعوں کو پتہ نہیں وہ کس کے شیعہ ہیں چنانچہ مجھے خود پتہ نہیں تھا کہ ہم اسماعیلی تھے۔ ہمارے حوزات اور یہاں کے تمام ساتھیوں کو پتہ تھا کہ ہم اصل میں شیعہ اسماعیلی میں اور اثنا عشری صرف دکھاوا تھا۔ اسی طرح سنیوں کو پتہ نہیں وہ کس کی سنت کی پیروی کر رہے ہیں۔ اگر سنت محمدؐ کی پیروی کرتے تو روایات میں سند کو محمدؐ تک لے جاتے لیکن وہ انہیں اپنے فرقے سے اوپر لے جانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ میں شیعہ مسلمان ہوں معاف کیجئے میں مسلمان شیعہ ہوں، شیعہ کے عقائد و فروع کو قرآن و سنتِ نبی کے دائرے میں قبول کرتا ہوں، میں غامدی نہیں ہوں کیونکہ میں ان کے بارے میں تفصیلی معلومات نہیں رکھتا۔ گرچہ سننے میں آیا ہے وہ ہم سے کئی گنا زیادہ ذخائر علمی کے مالک ہیں۔ سنا ہے وہ ملک میں جاری بے سند رسومات کو کُل اسلام سمجھنے کے خلاف ہیں اور بعض مقدرات مسلمین پر قابض ملاؤں کے خود ساختہ مسلمات کے خلاف بولتے ہیں۔ میں اس ملک میں ہر اس عالم مفکر و دانشور کا استقبال کرتا ہوں جو مسائل کو دلائل و براہین کی میز پر حل کرنے کے داعی ہیں اور ان مسائل کے حل کیلئے دھرنوں، جلسوں، جنازوں اور رفقاء کی ارتدادی سے گریز کرتے ہیں۔ ہم غامدی کے حالیہ بیان کو جو روزنامہ دنیا میں چھپا ہے کہ مقدسات اسلام، جمعہ و جماعت کو ریاست کے تابع ہونا چاہئے، ہم اس بیان کو صدر اسلام سے جوڑنے کو صحیح نہیں سمجھتے کیونکہ خلفاء بنی امیہ، بنی عباس حتیٰ سلاطین اپنے تمام فساد و انحراف کے باوجود نظامِ اسلام پر فخر کرتے تھے، اُن کے جوتے بھی ان حکمرانوں سے بہتر ہیں۔ موجودہ حکمران اسلام کو ہٹا کر سیکولرزم لانے اور حکمِ اللہ کو کنارے لگانے، اسمبلی کو رقاصات سے پر کرنے، گلی اور سڑکوں کو نیلام گھر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہم نہ گلی کوچوں میں ہر کس و ناکس کے ولی المسلمین بننے کے حق میں ہیں اور نہ ہی گلی کوچوں میں مساجد ضرار اور چوہدریوں اور سرمایہ داروں اور وڈیروں اور سادات کے مقبروں کو درگاہ عالیہ کہنے کے حق میں ہیں۔

کہتے ہیں ہماری کتابوں سے **صاحبان قصر معلیٰ عروۃ الوثقیٰ و الکوثر** کو بوئے سعودی و وہابی آتی ہے لیکن امام حسینؑ کی قمیص اور حضرت زہراء کی چادر کو قمیصِ عثمان کے بدلے اٹھانے والوں کی بدبو انھیں نہیں آتی، انہیں ان کے مصائب کے نام سے قصہ کہانیوں اور اکاذیب سے بو نہیں آتی۔ وحدت اسلامی کا دعویٰ کرنے والوں کو سبّ و شتم خلفاء سے تفرقہ و انتشار ملت کی بو نہیں آتی۔ مجھ سے ان علماء کی مخالفت یا دشمنی اس لیے نہیں کہ میں ان کے مقام شاہق و شامق کی طرف حسد سے دیکھتا ہوں یا وکالت مطلقہ یا نیابت عظمیٰ میں حصہ داری کا خواہاں ہوں؛ بلکہ میری مخالفت اس لئے ہے کہ میں نے دین اسلام کا صاف ستھرا چہرا کیوں پیش کیا ہے اور انکی خرافاتی مسلمات دینی پر کیوں تنقید کی ہے کیونکہ انکا مذہب انہی خرافات کی پاسداری کرنا ہے۔

تشیع سے متعلق کتب جن میں مذہب اہل بیت از علامہ عبدالحسین شرف الدین، شیعت کا آغاز دو جلد، مدائح اہل بیت کے ساتھ سیرت آئمہ پر تحقیقی

جائزہ، قرآن اور مکتب تشیع جو خالص مذہب تشیع سے متعلق تھیں ہمارے پاس جوں کی توں انبار کی صورت میں پڑی ہیں جن پر گرد و غبار چھایا ہوا ہے۔ جس سے مجھ پر ثابت ہوا کہ یہ گروہ جعفر صادق کے شیعہ نہیں بلکہ جعفر کذاب یا گمنام جعفروں کے شیعہ ہیں۔ ورنہ یہ میری کتابوں کو کراچی، لاہور اور اسلام آباد کے کتب خانوں کو میری اجازت کے بغیر چھاپنے کی اجازت نہ دیتے۔ ہمیں غلط فہمی ہوئی کہ یہ مسلمان شیعہ ہیں جو ایک مسلمان کی جان و مال و ناموس کے محافظ ہوں گے، لیکن یہ وہ شیعہ علی نہیں جنہیں مملکت اسلامی کی حدود میں کسی مسیحی عورت کے زیورات چھن جانا بھی برداشت نہ ہو، یہ جعفر صادق کے بھی شیعہ نہیں جنھوں نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا، جبکہ یہ شیعہ نام عائشہ کو صرف سب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

دارالثقافۃ اسلامیہ سے عروۃ الوثقی

۱۔ دارالثقافۃ الاسلامیہ کے بانی علی شرف الدین بلتی ممنوع تصرفاتِ کلامی و تصنیفی اور محصور ناظم آباد ہے۔

۲۔ عروۃ الوثقی کے بانی عالیجناب استاذ اکبر محترم سید جواد نقوی امیدِ جوانانِ ہرج و مرج، حامیِ فاطمین، داعی نزارین ہیں۔

۳۔ ''دارالثقافۃ الاسلامیہ'' یعنی اسلامی عقائد، تاریخ، فقہ، سیاسیات، اجتماعات، اقتصادیات و اخلاقیات کے ثقافت کے فروغ کے داعی

۴۔ ''عروۃ الوثقی'' کیلئے اس کے بانی نے چار پانچ معنی بیان فرمائے (رجوع کریں آپ کا پہلا خطاب تاسی) لیکن اس کے تدریجی و ترمیمی مراحل ہیں۔ عروۃ الوثقی کا پہلا تعارف قرآن و سنت، تاریخ اسلام و دین شناسی تھا۔ دوسرے مرحلے کے اعلان کے مطابق سر سید احمد خان کے نظام تعلیم کو اٹھانا تھا، اور تیسرے مرحلہ میں احزاب اسلامی کو اٹھانا ہے۔

قارئین دارالثقافۃ الاسلامیہ سے عروۃ الوثقی' تک مسافت طویل ہے جسے پیدل، گاڑی، بحری یا ہوائی جہاز سے طے نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے یہاں تک رسائی کیلئے برقی سواری بھی ناکافی ثابت ہو لیکن اگر کسی خاص ذریعہ سے وہاں پہنچ بھی جائیں تو وہاں پر موجود موکلین چیخ و پکار کریں گے کہ کون احمق و نادان ہے جو یہاں کن انکھیوں سے دیکھ رہا ہے۔ یہاں سے دور ہو جاؤ ورنہ خاکستر ہو جاؤ گے اور پھر تمھارا کوئی نام لیوا بھی نہیں بچے گا۔''اخر چه نسبت ثرارا به ثریا، چه نسبت دار الثقافته الاسلامیه ممنوعه مظلومه مقهوره مفقوده افتاده را بقامت بلند عروة الوثقیٰ چه نسبت بانی دارالثقافه اسلامیه پاکستان مبتلا باانواع امراض چه نسبت مرکز جمود و تحجربه مرکز تفجر و تحریک سے ،چه نسبت رکشه سوار کی بیجیرو سوار سے ،چه نسبت جاهل و نادان علوم صرف ونحو منطق و فلسفه و عرفان را داعی ترقی وتمدن سے چه نسبت بد دماغ کا عقل کل سے چه نسبت ممنوع الویزاء کا سند یافته مقامات والا سے؟''

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے دارالثقافۃ الاسلامیہ سے عروۃ الوثقی کی مسافت کو ناممکن تصور کرنے اور ایسا کرنے والے کو احمق اور دیوانہ تصور کرنے کے بعد اس احمقانہ حرکت کی آخر کیا ضرورت پیش آئی، بام عروۃ الوثقی کی نگہبانی کرنے والے کی نداء الوراء الوراء دور رہو جاؤ دور رہو جاؤ ورنہ خاکستر ہو جانے کی دھمکی سے واقف ہونے کے بعد بھی اس طرف آنکھ کھولے جانے کی ہمت کرنے کی آخر کیا منطق ہے۔ میں یہاں آپ کی اس نصیحت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اپنے پاگل پن، ذہنی بیماری کو دوبارہ نمائش کیلئے نہیں رکھنا چاہیے۔ لیکن جو احمقوں اور دماغ خرابوں کی تشخیص اور تصدیق کرتے ہیں وہ خود کیوں احمقانہ کام کرتے ہیں، اس کیلئے ایک مثال ملاحظہ کریں نجف میں ایک مشہور پاگل نے روضۂ امیر المومنین میں اس وقت کے مرجع وقت کو ایک سیب دیا، مرجع نے اسے قبول کیا تو پاگل نے دوسری طرف سے آ کر مرجع سے کہا آپ اتنا علم پڑھنے کے بعد اتنا بھی نہیں جانتے کہ پاگلوں سے کوئی چیز نہیں لینی چاہیے۔

ہم محترم آغا جواد صاحب سے بہت توقعات باندھے ہوئے تھے کیونکہ آپ جامعہ اہل بیت پاکستان کے شیعہ دینی مدارس کے نام سے قائم مدرسہ کے فارغ ارشد ہونے کے بعد حوزہ قم میں بھی مقام ارشدیت کو محفوظ رکھے ہوئے تھے، ایران کے مشہور و معروف مفکر و مفسر، فلسفی کی درسگاہ سے درس کے علاوہ قرب استاذیت حاصل کرنے کے بعد آپ سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ امیدیں اس حوالے سے کہ آپ واپس آ کر یہاں کی بے دلیل، بے سند خرافاتوں کی بیماریوں کا ازالہ کریں گے کیونکہ آپ کو مسلسل معاشرے میں رائج خرافاتوں کی شکایت کرتے ہوئے سنا گیا، ابھی مکرر سننے میں آیا ہے کہ آپ کے جیالے ہر جگہ فاقد المعنی، شر انگیز، تفرقہ انگیز تقریروں سے فضاء امن کو مکدر بنا رہے ہیں۔ آپ سے توقع تھی آپ جان علی شاہ اور صادق حسن صاحب کی پھینکی ہوئی خرافاتوں کو جھاڑو

کرینگے لیکن یہ امیدیں یہاں کے شہریوں یا صحافیوں کی امیدوں جیسی ہوگئیں جہاں کہتے ہیں ہمیں تو قع تھی نئی حکومت مسائل کو حل کریگی لیکن وقت آنے کے بعد کوئی اقدام نہیں کیا جاتا، چنانچہ ہماری تمام امیدیں سراب ہوگئیں۔آپ کا ان خرافاتوں کے وجود کو تسلیم کرنے کے بعد انھیں اکھاڑ پھینکنے کا حکم صادر کرنے کے بارے میں ایک مثال سامنے آتی ہے جہاں کسی نے کسی مفتی سے استفتاء کیا' ہمارے ہاں ایک مسجد حرام پیسے سے بنی ہے اور نجس بھی ہے اور اس کا امام جماعت بھی فاسق ہے کیا ہم اس مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں تو اسکے جواب میں مفتی صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا، وحدت ملت کی نیت سے آپ نماز پڑھ سکتے ہیں۔جب امام خمینی نے امامِ حرمین شریفین کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا فتویٰ دیا تو پاکستانی فقہاء نے کہا آپ اپنی فرادا نیت سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔آپ نے بھی اسی طرح کا فتویٰ دیا کہ ہم انہی میں رہتے ہیں، سب کو ساتھ لے کر چلنا ہے چنانچہ مزید خرافاتوں کے انبار لگانے کے مراکز قائم کرنے پر توجہ دینے لگے۔آپ یہاں قائم مدارس میں قرآن وسنت نہ ہونے کی شکایت بھی فرماتے تھے لیکن عظیم درسگاہ قائم کرنے کے بعد نصاب قرآن وسنت محمدؐ تاریخ اسلام کی بجائے نصاب سرسید کا اعلان کیا جس سے سب انگشت بدندان ہوئے۔یہ دوسرا اعلان بے وفائی تھا۔جامعہ بعثت (مظہر کاظمی) سے فارغ ہونے والوں کو الحاد کی طرف پلٹتے دیکھا گیا ہے۔اب سنا ہے کہ جامعہ بعثت سے فارغ التحصیل لاہور یونیورسٹی میں الحادیزم کے لئے مسلمان لڑکوں سے مناظرے کرتے ہیں۔اب تو یہ بھی سننے میں آیا ہے انہوں نے تبلیغی جماعت بھی بنائی ہے اور دانشگاہ سے نکل کر سڑک پر آگئے ہیں۔

پاکستان میں کسی عالم دین سے تیسری بار دھوکہ ہوا تو وہ جناب مولانا شیخ صلاح الدین کی ذات گرامی ہے انھیں ایک فاضل وقابل، دین دار وصادق سمجھ کران کے حکم پر ہم نے مدرسہ بنانے کے لئے اس شرط پر ان سے تعاون کیا تھا کہ یہاں کا نصاب دوسرے مدارس سے ہٹ کر ہوگا یہاں درس قرآن وسنت وسیرت محمدؐ نہج البلاغہ، عقائد اسلام اور تاریخ اسلام نصاب میں ہونگے لیکن مدرسہ بننے کے بعد آپ نے وہی منطق استعمال کی جو ابھی یہاں برسر اقتدار آنے والوں کی ہے چنانچہ اس مدرسے میں دس بارہ سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی قرآن سنت وسیرت محمدؐ نہیں بلکہ بقول درس خرافات میں کامیاب نمبر لینے والے اعزام شدہ حوزہ مولانا سکندر صاحب مجلّہ طلوع اسلام پڑھتے ہیں۔

امام صادق اور مہدویت:

محترم جناب آغا جواد صاحب عرصہ پندرہ سال سے روابط وتعلقات کے فقدان کے بعد بروز جمعۃ المبارک ۸ شوال المکرّم کو آپ کے رسالہ مجلّہ مشرب ناب شمارہ ۴۴ شعبان المعظم ۱۴۳۴ ھ ق کو کسی برادر کے توسط سے پڑھنے کا موقعہ ملا جس کے صفحہ ۲۵ پر امام صادق اور مہدویت کا عنوان تھا۔آپ فرماتے ہیں ''امام صادق جب اپنے صحابہ کو مہدویت کے بارے میں بتارہے تھے تو صحابی باوجود اس کے کہ امام صادق معصوم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن امام نے اس طرح سے مہدویت بیان کی کہ صحابی، امام معصوم کے سامنے ہونے کے باوجود کہتے ہیں اے کاش! ہمیں بھی زمانۂ انتظار میسر ہوتا، وہ امام حاضر کے سامنے بیٹھ کر آرزو کررہے ہیں اے کاش! ہم زمانۂ غیبت، زمانۂ ظہور اور منتظرین میں سے ہوتے۔

آئمہ نے اس طرح مہدویت کو پیش کیا۔'' پھر آپ فرماتے ہیں'' ہمارے پاس ایک جوان ایک کتاب لے کر آیا، اس میں ایک نام نہاد شیعہ مولوی اور غامدی صاحب کا نام لکھا ہوا تھا کہا یہ دونوں کہتے ہیں امام مہدی نہیں آئیں گے۔میں نے کہا بھائی! ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے تو جوان کہنے لگا نہیں! ہم نے ان سے بات چیت کی تو یہ ٹھیک لگتے تھے، میں نے کہا دیکھو عزیز من! جب بھی کوئی آپ کو دین کے مسلمات کے بارے میں شک میں ڈالے تو یقین کریں اس کی ذہنیت میں شک کرو کیونکہ وہ صاف نہیں، آلودہ ذہن ہے بالآخر یہ بیماریاں ہیں، انسان کو ہزار بیماریاں لاحق ہوتی ہیں قلبی، روحانی اور جسمانی بیماریاں جن کی وجہ سے ہوسکتا ہے انسان بہک جائے''۔

قارئین کرام آغا جواد نے میری کتاب باطنیہ بنا تھا کے بنیادی موضوع مہدویت پر اظہار نظر کرتے ہوئے اپنی ناراضگی تو ظاہر کی لیکن میری ہر دانشور اور خاص کر عالم دین سے اصلاح کی گئی درخواست کا مثبت جواب نہیں دیا اور قارئین کو گمراہی سے بچانے اور میری رہنمائی کرنے سے گریز کیا۔ آپ نے اپنی علمی تحقیق استعمال کرنے سے گریز کرتے ہوئے اور اختیارات مجتہدا استعمال کرتے ہوئے میرے اوپر ''حکم مفتور عقلی'' صادر فرماتے ہوئے فرمایا' ان کا دماغ خراب ہوگیا ہے'۔تاکہ مجھے فاترالعقل ثابت کر کے میرے حقوق واموال کو غصب کرنے اور میری کتابوں کو غصباً چھاپنے والوں کو جواز فراہم کریں۔ نیز آغا بزرگوار نے

مجھے غامدی سے تشبیہ دے کر خرافات کے پاسداروں کے غصے کو جوش میں لانیکی کوشش کی ہے۔ میں اس کراسہ کے توسط سے اس کے قارئین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے مہدی اور مہدویت سے متعلق کتاب اپنے ہوش وحواس خمسہ میں رہتے ہوئے لکھی ہے۔اس میں ڈنڈا، گالی ،شور شرابے،دھرنے سے عقائد چلانے والوں کے چہروں سے پردہ ہٹانے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے شور شرابے اور گالی سے مجھے گھر میں محصور کر کے،اور بد دماغ کہہ کر اپنے ٹھونسے ہوئے عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔میں مزید اس کراسہ کے ذریعے واضح کرتا ہوں کہ میرا دماغ خراب نہیں ہوا بلکہ ان کا دماغ خراب ہوا ہے جو عقائد و شریعت کو ڈنڈے سے چلا رہے ہیں۔

قارئین یہاں ہم آغا جواد کے ان نکات کو مرحلہ وار بیان کریں گے:

ا۔امام صادق نے آئندہ آنے والے زمانہ مہدویت کا انتظار کرنے والوں کی فضیلت بیان کی جسے دیکھ کر صحابی نے خود امام صادقؑ کی معیت سے زیادہ مہدویت کے دور کو ترجیح دی۔

۲۔ایک جوان نے ہماری کتاب جس میں امام مہدی کے بارے میں علماء شیعہ کے استدلات ذکر کئے گئے ہیں،اور ہم نے ان استدلات کو مخدوش کہا ہے۔

۳۔آپ نے دماغ خراب ہونے کی دلیل، انکار مسلمات دین کو قرار دیا ہے۔آپ نے مجھے اور غامدی کو دماغ خراب اور نام نہاد مولوی قرار دیا ہے۔

۴۔یہ سب مختلف روحانی وجسمانی اور نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔

۵۔آپ نے میرے بارے میں جو بیان زبانی اس لڑکے کو دیا اور جسے تحریر میں نہیں لائے وہ یہ تھا کہ میں مسلسل حج کو جاتا ہوں۔

ہم ان نکات کے بارے میں عرائض بعد میں بیان کرینگے یہاں پہلے مرحلہ میں قبلہ آغا جواد کے ان دو نکات کے بارے میں کچھ عرض کریں گے۔

ا۔ آپ نے فرمایا وہ حقیقی مولوی نہیں بلکہ نام نہاد مولوی ہیں، میں آپ کی اس بات سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں کیونکہ اگر میں رائج الوقت مولوی ہوتا تو آج میرے ساتھ یہ حشر نہ ہوتا۔

۲۔ آپ کا کہنا ہے ان کا دماغ خراب ہے۔

انکار مہدی پر آپکا میرے اوپر غصہ کسی عالم و دانشور اور محقق ومجتہد کے غصہ سے مختلف ہے ایک عالم و دانشور ،محقق ،مجتہد اپنا غصہ دلیل و براہین سے آمیزش کر کے معجون کی صورت میں دیتا ہے۔آپ کہہ سکتے تھے تمہاری آنکھ پر پٹی پڑی ہے اس برھان عقلی پر توجہ کرو،اس آیت محکم پر نظر ڈالو،ان سلسلۂ روایات معتبرہ مستند کو دیکھو،اگر سمجھ نہیں آرہا تو میرے پاس آجاؤ،لیکن آپ نے ایسا کوئی اقدام نہیں کیا حالانکہ آپ چند صفحات لکھ کر یا کیسٹ میں ارسال کر سکتے تھے۔لیکن آپ نے جان لیا یہ سب آپکے لیے ممکن نہیں، لہٰذا صرف غصہ ہی کارآمد ہے۔جس طرح ہمارے بزرگان در زہرا گرانے،عباس کے بازو قلم ہونے،اصغر کے گلو پر تیر لگنے،یا لبیک یا حسین ھیہات وغیرہ کو سر وسینہ پیٹ کر ثابت کرتے ہیں۔آپ نے مسلمات سے انکار کرنے والے بد دماغ انسان کو دوسروں کیلئے کام کرنے والا قرار دیا۔

ا۔کاش آپ امام مہدی کی ولادت سے لے کر امام حسن عسکری کی وفات سے پہلے امام مہدی پر تنصیص کرتے اور وہاں موجود گواہان کی ایک فہرست پیش کرتے۔

۲۔آپ کے امام غیب میں تشریف لے جاتے وقت عند الشھود یہ اعلان کرتے میرے آنے تک یہ حضرات اس خلاء کو پر کریں گے اور ان کے نام و گواہان لکھتے۔

۳۔جب غیبت حتمی ہے تو واپس آنے کی مدت کا تعین کرتے۔

۴۔آپ حکم مفقود دین کے تحت بتاتے کہ ایک غائب ہو جانے والے انسان کیلئے شرع میں کیا حکم ہے بیان کرتے۔

۵۔جو تصرفات امام مہدی کی امامت کے بارے میں بیان کئے جاتے ہیں کیا وہ وحی کے ذریعے ہیں؟ جبکہ وحی نبی کریمؐ کے بعد منقطع ہے، آپ ان اختیارات کی وضاحت کرتے۔یہاں آپ ان مقلدین کی مانند ہوئے جیسے ایک مجتہد کے مقلدین دوسرے مجتہد کے مقلدین کو دیکھ کر غصہ کرتے ہیں۔آپ کو بھی غصہ آیا کہ ہم نے کیوں شیخ صدوق کے رسالہ عملیہ ''اکمال الدین اتمام النعمہ'' پر عمل نہیں کیا۔آپ اپنے استاذ نامور کے نام کو اعلیٰ وارفع انداز علمی میں پیش کر کے

دلیل سے جان چھڑاتے ہیں جس طرح جناب راجہ ناصر صاحب یہاں فتنہ وفساد اور اختلاف پھیلانے کیلئے نظام ولایت کا نام لیتے ہیں اور اپنے اوج مقام علمی دکھانے کیلئے' آغا وحید خراسانی جو ہمیشہ ضد حکومت اسلامی رہے' کو دکھاتے ہیں یہاں آپ کے اندر پائی جانے والی نفرت عامۃ المسلمین سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس باب میں آپ وحید خراسانی کی تقلید کرتے ہیں۔ بہر حال ہمیں ایسے اساتید و شخصیات نصیب نہیں ہوئیں ہم صرف کتابی معلومات رکھتے ہیں اور انہی کی حدود میں عرائض پیش کرتے ہیں۔

۶۔ میں یہاں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس کتابچے میں درج کئے گئے مندرجات اس لئے پیش نہیں کئے گئے کہ مجھے آپ کے بد دماغ اور غامدی کہنے پر غصہ آیا ہے۔ ان باتوں کا مقصد غصہ نکالنا نہیں بلکہ ہم اس ملک کے علمائے اعلام، قائدین، اساتید حوزہ، لشکرِ امام زمانہ اور طلباء دینی پر حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں، انھیں حقائق سے آشنا کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں دین کو افسانہ بنانے، امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کرنے میں آپ تمام شامل ہیں۔ اس لئے آپ سب میرے مخاطب ہیں۔ اس حوالے سے جتنے دلائل چاہئیں، میں دینے کیلئے تیار ہوں۔

بد دماغ:

آغا محترم آپ کی تسلی کے لئے عرض کرتا ہوں مجھے یہ لقب آپ سے آٹھ سال پہلے محترم رضی جعفر صاحب، جناب عقیل موسیٰ صاحب، جناب سرپرست مدرسہ مہدیہ آغا شیخ سلیم عنایت فرما چکے ہیں۔ جہاں وہ ہمارے بارے میں ہمارے ساتھیوں سے پوچھتے تھے آغا کا دماغ ٹھیک ہوا ہے یا نہیں۔ جہاں تک آپ نے مجھے بد دماغ کہا ہے میں اس سلسلہ میں آپ کا مشکور و ممنون ہوں، یہ آپ کا احسان ہے، ایک عرصے سے مجھے ایسے کلمات سے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے کی تلاش تھی کیونکہ انسان کی اگر ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے تو وہ خود سر ہو جاتا ہے بلکہ حیوان شہری یا دیہی بھی نہیں رہتا اور حیوان جنگلی بن جاتا ہے۔ ہماری اولادیں اس لئے خراب ہو جاتی ہیں کہ مغربی تعلیمات کے ساتھ ہمارے مغرب زدہ علماء فرماتے ہیں اولاد کو ان کے حال پر چھوڑ دیں، انہیں سمجھانے اور پابند کرنے کی کوشش مت کریں یہ ٹھوکریں کھا کر ٹھیک ہو جائیں گے جبکہ آخر میں یہ ٹھوکر کھا کر منکر اسلام بن جاتے ہیں۔ مولوی بھی ایسے ہیں خاص کر جہاں انھیں کسی سرمایہ دار کی غلاظت سے پُر صدقات ملیں تو کہتے ہیں مولوی مدرسہ کو کچھ مت کہو ورنہ لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا، پھر کچھ نہیں رہے گا، اسلام مسخ ہو جائے گا، روحانیت کی اہانت اور اسلام کی توہین ہو گی۔ یہ عبا قبا بہت قیمت رکھتی ہے بلکہ بعض اس سے بڑھ کر کہتے ہیں یہ رسولؐ اللہ کی امانت ہے۔ ہم خود ایک زمانے میں اسے پہن کر بہت مغرور ہو جاتے تھے سوچتے تھے' اس سڑک پر صرف میں ہی اشرف المخلوقات چل رہا ہوں' کیونکہ میں بد دماغ تھا۔ ابھی پتہ چلا اگر اس ملک میں جہاں کہیں برائی و فساد، شریعت کے ساتھ مذاق اور دین کے ساتھ اہانت ہے تو اس میں ہم جیسے نام نہاد علماء کا حصہ ہے۔ ہم بد دماغ ہیں ہم سمجھے نہیں، اب تو سرسیدؒ کی سیرت اور نصاب پر عمل کرنے کو ملک کی ترقی سے وابستہ کیا جا رہا ہے، علمِ دین و شریعت محمدؐ سیکھنے کے مدعی اب شریعت سیکولرزم کے داعی بن کر بعثت عروۃ الوثقیٰ و کوثر چلا رہے ہیں۔ مغرب والوں کے صدقات کی زہریلی امداد سے مسلمان لڑکیوں کو حضرت زہراء کے نام سے جامعات قائم کر کے دین اور گھر دونوں سے بغاوت کی تعلیم دی جا رہی ہے، دین و شریعت محمدؐ کو چھوڑ کر شریعت یورپ کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

بقول آپ کے میرا دماغ خراب ہو گیا ہے، میں یہاں آپ سے اختلاف نہیں بلکہ اتفاق کرونگا کیونکہ میں خلق اللہ کو بہکانے والا دماغ نہیں رکھتا، میں دین و شریعت کو ایک طرف چھوڑ کر سیاست کو عین عبادت کہہ کر انھیں نہیں بہکاتا، اسی طرح علی و زہراء، جعفر صادق کا نام لے کر الحادیوں سے سمجھوتا کرنے والا دماغ نہیں رکھتا۔ مختلف جسمانی و نفسیاتی بیماریوں کے عارض ہونے کے حوالے سے عرض کرتا ہوں اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے آپ حضرات کی طرف سے عائد محاصرات اور جنایات سے مقابلہ کرنے کیلئے جسمانی صحت عطاء کی ہے چنانچہ جس دن سے آپ حضرات نے مجھے اپنے گھر میں محصور کیا۔ اس دن سے آج تک بیماری میں مبتلاء نہیں ہوا اور ہسپتال بھی جانے کا موقعہ نہیں آیا بلکہ پہلے سے لاحق بیماریاں بھی ختم ہو گئی ہیں۔ جبکہ میرے مخالفین کو قوم و ملت کو بہکانے اور انہیں گمراہ کرنے کے لئے پورے کا پورا مجلّہ لکھنا پڑتا ہے جو صرف آپ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ جس کے مصادر شیخ صدوق فقیہ آل بویہ کی اکمال الدین واتمام النعمہ اور بہلول و بہجت الطحی کے خوابوں پر مشتمل ہیں۔

آغا جواد صاحب نے مجھے غامدی کہا ہے:

مجھے جناب محترم آغا سید جواد صاحب کے اس جملے سے انتہائی کوفت اور مایوسی ہوئی کہ اتنی بڑی علمی و سنجیدہ شخصیت جو اتنے وسیع و عریض النظر منصوبے کے مبتکر ہیں، کا کہنا ہے یہ دوسرا غامدی ہے، میں نے غامدی کا نام سنا تھا لیکن وہ کس فکر و نظریے کے حامل انسان ہیں، اہل سنت کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں نہیں جانتا۔ وہ عالم دین ہیں اسکالر ہیں، کن نظریات کے حامل ہیں اور اسلام کے مسلمہ اصول و فروع سے کس حد تک لگاؤ رکھتے ہیں، اس حوالے سے مجھے کوئی معلومات نہیں ہیں آپ کے مجھے غامدی صاحب سے جوڑنے پر میں چوکنا ہو، اپھر میں نے دوست احباب، جاننے والے افراد کو فون کر کے پوچھا غامدی صاحب کس قسم کے نظریات رکھتے ہیں۔

غامدی کون ہے منکر الوہیت اللہ ہے، منکر رسالت محمد ہے، منکر ختم نبوت ہے، منکر حیات مابعد الموت ہے یا دین و شریعت، فقہ و تاریخ میں آپ کی تقلید نہیں کرتے اور سرکش ہیں۔ اس حوالے سے مجھے مختلف جوابات ملے۔ ان جوابات سے پتہ چلا اس وقت یہاں بھی اسلام کے اصول و مبانی کی صحت و سقم صرف محدود عمائدین تک محدود ہے کہیں یہ اقتدار کلیسا ۱۷۸۹ء کے مثل تو نہیں، میرے خیال میں نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت کلیسا انتہائی اوج اقتدار پر تھا۔ تفسیر و تشریح اناجیل کی دانشوران کو اجازت نہیں تھی صرف کلیسا سے وابستہ علماء کو حاصل تھی لیکن یہاں اسکے برعکس ہے، آپ ذلیل ہو رہے ہیں۔ غامدی نے موجودہ افراط و تفریط اور دہشت گردی کی ذمہ داری مذہبی انتہاء پسندی پر لاگو کی ہے۔ ان کا کہنا ہے یہاں علم و فکر پر مذہبی انتہا پسندوں کا قبضہ ہے جنہوں نے علم و تحقیق کو پابند سلاسل کر کے جہالت، خوف و ہراس اور خرافاتوں کا راج قائم کیا ہوا ہے۔

سنا ہے غامدی صاحب منکر امام مہدی ہیں تو کیوں آپ نے تنہا مجھے غامدی کہا؟ اگر ہر وہ شخص جو امام مہدی کو نہیں مانتا وہ غامدی ہے تو آغا خانی امام مہدی کو نہیں مانتے، بوہرہ نہیں مانتے اسی طرح آپ کے حوزہ علمیہ سے فارغ ہونے کے بعد یہاں آ کر روشن خیال بننے والے علماء جیسے شفا نجفی، آفتاب حیدر، شبیر میثمی فروعات اسلامی، حجاب اور سود کو نہیں مانتے، کیا یہ سب بھی غامدی ہیں؟ اسی طرح یہاں تمام اہل سنت آپکے اس امام مہدی کو نہیں مانتے جو صدیوں سے غائب ہے، وحدت مسلمین کے نام سے وحدت ملحدین چلانے والے ڈاکٹر قادری آپ کے اس مہدی کو نہیں مانتے جس کا تعارف آپ نے پیش کیا ہے۔ لہذا آپ یہ نہ کہیں کہ دو غامدی ہیں بلکہ یہاں تو ایک غامدستان ہے۔

میں نے امام مہدی اور مہدویت پر لکھی گئی نوابغ علماء کی تالیفات مثلاً محمد حسین کاشف الغطاء، باقر الصدر، محمد صدر، مطہری، باقر الحکیم کا مطالعہ کیا۔ ان کے پاس آمد مہدی کو ثابت کرنے کے دلائل نہیں ہیں بلکہ یہ ایک دفاع ہے جو اپنی جگہ مخدوش ہے، یہاں بس تسلیم کرنا ہے، کیا دلائل ناقص ہونے کے باوجود اسے فتویٰ سے ثابت کرنا اور تسلیم کرنا چاہیے، کیا دلائل ناقص سے بھی مسلمات بنتے ہیں، آپ نے جو روش اور طریقہ اختیار کیا ہے، یہ طریقہ، اہل فکر و دانش نہیں، یہ طریقہ قرآن و محمدؐ نہیں بلکہ یہ طریقہ علماء بھی نہیں ہے۔ آپ تو اجتہاد کے ترانے گاتے ہیں اور اجتہاد میں خطاء و لغزش والوں کیلئے ایک اجر کے بھی قائل ہیں لیکن آپ حضرات نے سب کا گلہ گھونٹ کر انہیں منوانے کی روش قائم کی ہوئی ہے۔ لہذا اس حوالے سے استفسار کرنے والوں کو کبھی غامدی اور کبھی شرف الدین کہتے ہیں۔

آپ حضرات کے اس سلوک کی وجہ سے یہاں ہر روز علم و فکر و سوچ زوال کی طرف رواں دواں ہے۔ اس کا واضح ثبوت آپ کا تنزل کرنا ہے۔ آپ نے پہلے مرحلہ میں اپنی درسگاہ عروۃ الوثقیٰ کا تعارف مصداق قرآن و سنت محمدؐ اور امیر المومنینؑ کی سیرت طیبہ کے طور پر کرایا، لیکن بعد میں تنزل کرتے ہوئے علوم سرسید کی طرف آئے، پھر تیسرا تنزل سمر کیمپ لگانا ہے، جبکہ چوتھا تنزل لبیک یا حسین کے شعار کے تحت جہاد کی ترغیب دینی شروع کی ہے۔

آپ کا کہنا ہے ہمیں حج پر جانے کا خرچہ سعودی عرب دے رہا ہے جسکا تذکرہ ہم آگے کریں گے، غرض یہ خرچ ۴۵ ہزار سے بڑھ کر اب چار لاکھ کی حد تک پہنچ چکا ہے جب میرے حج کے چار لاکھ کے بارے میں چہ میگوئیاں ہو سکتی ہیں تو آپ کے سولہ کروڑ کی بنائی ہوئی عمارت ﴿لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ (فجر ۸) ﴿الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ﴾ (فجر ۔۱۱) لم یخلق مثلها فی البلاد مثلها فی البلاد کے بارے میں کتنی چہ میگوئیاں ہونی چاہئیں، آئندہ شاید اس پر اربوں روپے لاگت آئے اور اسکے ماہانہ اخراجات کتنے ہونگے، یہ الگ موضوع ہے۔ اسی طرح جناب شیخ محسن نجفی نے جامعہ کوثر کتنی لاگت میں بنائی ہے، اسکی تفصیل سامنے آنی چاہیے۔ شیخ جعفری نے جامعہ مسجد کتنے کروڑ میں بنائی ہے۔ جناب محسن نجفی، حافظ ریاض، جناب ساجد نقوی اور جناب راجہ ناصر کے پروٹوکول

اور مدارس وحوزات کا بھی حساب ہونا چاہیے بتائیں انھیں ان کاموں کے لئے اتنی بھاری رقوم کون دیتا ہے۔

جناب محترم آغا جواد صاحب آپ نے اپنی سالانہ تقریب میں عروۃ الوثقی کے اخراجات کے بارے میں اس سوال پر کہ پیسہ کہاں سے آتا ہے، کے بارے میں فرمایا آپ کو سوال کرنا چاہیے، یہ آپ کا حق ہے، آپ بیشک سوال کریں، لیکن آپ لوگ نہیں مانیں گے پھر بھی آپ نے مطمئن کرنے کیلئے بتا دیا کہ دینے والے لوگ اسی محفل میں موجود ہیں اور ان کا کہنا ہے ان کا نام نہ لیا جائے۔ آغا جواد صاحب ان سوالات سے اس طرح جان نہیں چھٹتی، آپ تو حوزہ کے ان قلت قلاش سے واقف ہیں۔ آج کل کوئی سرمایہ دار جو اتنی رقم آپ کو یا کسی اور کو دیتا ہے کیا وہ تنہا ہے، اسکے پیچھے کوئی نہیں۔ جو شخص آپ کو ان سرمایہ داروں کے توسط سے رقم بھیجتا ہے، وہ کون ہے، جعفری صاحب کو اُس مسجد کو قصرِ معلیٰ بنانے کی رقم سکردو کے سرمایہ داروں نے دی ہے کیا سوال یہاں رک جائے گا؟ نہیں یہ سوال یہاں نہیں رکتا، بلکہ مینار پاکستان پر منعقدہ سیمیناروں، جنازوں کے اخراجات کون دیتا ہے۔ تاریخ مسلمین شیعہ اور سنی کے سیاسی و اجتماعی اور دینی شخصیات کیلئے اس قسم کی نوازشات کی فہرست کم نہیں۔ بارہویں صدی کے شیخ احمد احسائی روسی سفارت خانہ سے ہدایات لیتے تھے اور فرقہ بہائی ان سے رابطہ رکھے ہوئے تھے۔ ایران میں مجمع جہانی اہل بیت بنی تو دنیا بھر سے نمائندے آئے، جس میں انکے ممالک میں مختلف تنظیمات بنائی گئیں جن کی لاگت کا حساب لگایا گیا تو یہ ایک خطیر رقم بنی تب ہم جیسے بعض سادہ انسان جو اندر والے دانتوں سے ناواقف ہیں نے سوال کیا اتنی رقم کہاں سے پوری کریں گے تو آیت اللہ شبستری جو وہاں صدارت فرما رہے تھے نے کہا یونیسکو سے تعاون حاصل کریں گے، ان سے امداد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یونیسکو یہ پیسہ کہاں سے لیتی ہے؟ شیخ محسن صاحب کو بھی اس حوالے سے ٹھیکہ ملا، یہاں میں اس پر بات نہیں کرونگا کیونکہ وہ میرے لیے محترم ہیں جس طرح اور دیگر علماء ہیں لیکن پاکستان میں دین خراب کرنے، قیام امام حسین کو افسانہ بنانے، ذاکرین کی خوشامد، ان کی انشورنس مجلّہ معصوم کی سوفسطائیزم و سیکولرزم سے انکا دفاع کرنا سب واضح ہے۔ ان کے بعد علامہ نیاز صاحب کے ٹھیکے میں جانے کے بعد معصوم و ثقلین کے شمارے تو نہیں دیکھے لیکن ھدیٰ للمتقین تالیف برادر گردیزی صاحب کے پیچھے یہاں کے علماء غلات کا امضاء دیکھا جس میں تحریر ہے آپ کسی شیعہ کو مشرک نہیں کہہ سکتے کیونکہ فقہاء نے فتویٰ دیا ہے۔

دین وشریعت اسراف وتبریز کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ اسلام نے مال خرچ کرنے کے لئے اصول وضع کیے ہیں۔ اس سلسلے میں میرا ذاتی تجربہ ہے جہاں سرمایہ دار علماء کو لگام دیتے ہیں اور اسماعیلیوں اور قادیانیوں کے افکار کے پیچھے چلاتے ہیں چنانچہ برادران لالجیان (عادل) نے میری کتاب مثالی عزاداری دیکھنے کے بعد میرے گھر پر میرے بیٹے کی دو گھنٹہ ڈانٹ ڈپٹ کی۔ ایک دفعہ اپنے گھر میں تین روزہ مجلس پڑھنے کیلئے ہم سے اصرار کیا، میں نے گفتگو کیلئے موضوع مجتہد و تقلید اور خمس رکھا لیکن اس پر انھوں نے ناگواری ظاہر کردی۔ غرض سرمایہ دار جہاں کہیں کے بھی ہوں چاہے لاہور، کراچی یا راولپنڈی کے ہوں سب کی سیاست کا مقصد ایک ہے یعنی ملت اپنی فرقہ واریت میں جلتی رہے اور سیکولرازم بڑھتا رہے۔ سرمایہ دار علماء کو آزاد دین کی خدمت کرنے کا موقع نہیں دیتے بلکہ یہ دین کو جام کرنے اور دینی کاموں کو روکنے کیلئے رقم دیتے ہیں۔ اسی طرح شبیر کوثری نے میرے بیٹے اور داماد کو قاموس قرآن معجم فرقان سے روکا۔ میرے داماد محمد سعید نے قاموس قرآن قرشی کا ترجمہ کیا تھا، دو جلد چھپ چکی تھیں لیکن تیسری جلد پر کام رک گیا کیونکہ ان دونوں کی مالی تعاون و معاونت کرنے والے شبیر کوثری نے اپنا تعاون روک دیا۔ ان دونوں کی اردو میری اردو سے اچھی ہے لیکن دونوں کو میری مدد کرنے سے روکا مجھ سے لاتعلقی کا غیر اعلانیہ اعلان کروایا تاکہ میرا کام رک جائے اور آخر میں ان دونوں سے میری کتابوں سے لاتعلقی کا اعلان کروایا۔ جناب محسن میری کتابیں چھاپتے تھے، ان سے کہا میری کتابیں نہ چھاپیں۔ آپ کو یاد ہوگا ہم ایک دفعہ قم میں آپ کے مہمان بنے، اس وقت محترم حافظ تشریف فرما تھے جو بقیۃ اللہ چھوڑنے کے بعد قم آئے تھے کیونکہ اس مدرسے کو ان سے نکال کر عورتوں کا اسکول بنا دیا تھا۔

قارئین اس وقت عالم اسلامی کے دو الگ مراکز قائم ہوئے ہیں۔ عالم تشیع نے ایران کو اپنا مرکز بنا رکھا ہے جبکہ عالم تسنن نے سعودیہ کو مرکز بنایا ہے دونوں میں مقابلہ بازی جاری ہے۔ مسلمانوں کی بدبختی ہے کہ ان دونوں کے درمیان کشمکش کے بارے میں اگر کوئی مثال پیش کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں سابق زمانے میں کہتے تھے اگر سمندر میں کہیں مچھلیوں میں تنازعہ چلے تو سمجھ لیں اس میں برطانیہ عظمیٰ کا دخل ہے۔ اس طرح جہاں کہیں عالم اسلام میں کوئی فساد ہے جیسا کہ عراق، مصر اور افغانستان میں تو درحقیقت اس میں بھی ان دونوں کی مداخلت ہے۔ یہ دونوں مراکز عقل و منطق کھو بیٹھے ہیں، ان کے ہاں دلیل و برھان ناپید ہے یہاں تقلید ہی تقلید

ہے۔ہم نے الحمدللہ احکام روزمرہ کے علاوہ دیگر تمام مسائل میں تقلید سے جان چھڑائی ہے۔یہاں ہم ان دونوں مراکز کے حوالے سے کچھ عرائض پیش کریں گے:

۱۔**مقابلۃً رنجی:** سعودیہ کا پرانا نام حجاز مقدس ہے اس ملک کے ایک صوبے کا نام مکہ ہے جس کو اللہ نے بلدامین اور ام القرئ کہا ہے۔یہیں اللہ کی آخری کتاب قرآن عظیم نازل ہوئی ہے، یہیں پر اللہ کے آخری نبی مبعوث ہوئے ہیں۔یہاں پر جو بیت ہے اسے ابراہیم نے بنایا ہے جو مطاف خلائق ہے اس کی طرف قصد کرنے کو قرآن نے حج کہا ہے، حج کا عمر میں صرف ایک دفع واجب ہونا بھی آیت محکمات سے متصادم ہے۔یہ بیت حج کے علاوہ قبلہ مسلمین بھی ہے۔یہیں صدائے دعوت اسلام بلند ہوئی، یہیں سے ایران والوں کو اسلام کی طرف دعوت دی گئی لیکن انہوں نے تکبر وعناد سے اس دعوت کو مسترد کیا جس کے نتیجے میں انہیں ذلیل وخوار ہوکر اسلام قبول کرنا پڑا۔اس حوالے سے حجاز کو مقابل مجوسیت بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲۔صدر اسلام میں خالصتاً رضائے اللہ کی خاطر انسان دوستی کی بنیاد پر انہیں دوستانہ دعوت دی گئی، ایرانیوں نے ازروئے نفاق جان بچانے کے لئے اسے قبول کیا گویا جنگ اسلامی ومجوسیت جنگ اسلام ونفاق میں تبدیل ہوگئی۔یہاں سے منافقین مجوسیوں نے اسلام کی چھتری میں بیٹھ کر شعوبیت وقوم پرستی پھیلائی اور ابھی تک یہ نعرہ اپنی آب وتاب سے باقی ہے حتیٰ اخلاص سے اسلام قبول کرنے والے اہل علم ودانش کے دلوں سے بھی اس کا صفایا نہیں ہوسکا چنانچہ غیر ایرانی ابھی بھی ایران میں ذلیل ہیں۔

۳۔یہاں وسیلہ بمقابلہ توحید ہے قرآن کریم میں توحید مرکز دعوت ہے مشرکین کی ہزیمت کو دیکھنے کے بعد مجوسیوں نے توحید کا مقابلہ توسل سے کیا۔توحید کے بارے میں سینکڑوں آیات محکمات ہیں جبکہ توسل والوں کے پاس آیات متشابھات سے استدلال ہے، جو شناخت وپہچانِ منافقین ہے۔ان آیات متشابھات کو محکم بنانے کیلئے انہوں نے جھوٹ کا سہارا لینا شروع کیا اور جھوٹ پر صدق کی مہر لگانے کیلئے تقیہ کی بنیاد ڈالی۔اس کیلئے امام بارگاہیں بنائیں اور یہاں سے حاجتیں روا ہونے کیلئے قصہ، کہانیاں اور خواب بنائے، چنانچہ مفاتیح مصباح کفعمی اقبال طاؤس ان کے متن کفر وشرک، الحاد اور صوفیوں کے مشرکانہ عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ یہ کعبۃ اللہ کے مقابل روضہ امام حسین، مکہ کے مقابلہ میں کربلاء کو لائے ہیں۔کعبہ کے بارے میں آیات محکمات ہیں جبکہ زیارت کے بارے میں واردروایات کتاب مزار کبیر سے تجاوز نہیں کرتیں۔اسی طرح رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں امام زادے، میقات رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں اپنے گھر، ہوائی اڈے اور فضاء آسمان سے احرام باندھنے پر بضد ہیں، انکا مقصد کسی نہ کسی طریقہ سے جہاں تک ممکن ہوسکے میقات کو ختم کرنا ہے۔

۴۔حج کے مقابلہ میں زیارات جعل کی گئیں، یہاں تک کہا گیا ہزاروں حج ایک زیارت کا مقابلہ نہیں کرسکتے، حج کو گرانے اور زیارت کو اٹھانے کے لئے اتنی زیارات گھڑی گئی جس کی کوئی حد نہیں ہے۔لیکن کہتے ہیں حج ایک دفعہ سے زائد نہیں ہونا چاہیے یہاں تک کہ آج کل کیبل کے ذریعے علمائے برجستہ اپنی تقاریر میں کہتے ہیں مجلس عزاء منی وعرفات کے وقوف سے افضل وبرتر ہے، اس سے انکا مقصد ہے وہاں کے بدلے یہاں خرچ کریں۔

۵۔سعودیوں کا امریکا نواز ہونا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔بطور مثال ہمارے ملک میں پرویز نوازی انہی کی ایک شاخ ہے لیکن اس حوالے سے ایران کا چہرہ بھی درخشاں نہیں کیونکہ ان کی بھی انگریز اور امریکا نوازی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے حالیہ سالوں میں افغانستان کے شمالی اتحاد کا امریکی اتحاد میں شامل ہونا، عراق میں امریکا کو دعوت دینا، اس سے پہلے جنگ عالمی اوّل ودوئم میں فقہاء ومجتہدین کا انگریز کا ساتھ دینے کی خبریں کسی سے پوشیدہ نہیں۔کتاب عتبات عالیہ نجف میں آیا ہے حالیہ جنگ میں مراجع کے امریکا وبرطانیہ سے تعلقات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں آقا خوئی کا کل صندوق برطانیہ منتقل کرنا کس سے پوشیدہ ہے۔غرض اس حوالے سے ان کے صفحات سعودیوں سے بھی سیاہ ہیں۔

۶۔سعودی اور ایرانی قرآن پر حدیث کو مقدم رکھنے کی سوچ میں ہم مقصد وہم عزم ہیں۔وھب بن منبہ اور کعب احبار کی قرآن سے متصادم احادیث کے ذریعے قرآن کو کنارے پر لگانے کے مقابلہ میں ایرانیوں کے پاس تفسیر قمی وحسن عسکری، وسائل الشیعہ اور مستدرک کی مرسلات کے انبار اسکے گواہ ہیں۔

۷۔سعودیوں نے یہاں کھل کر پرویز مشرف کی حمایت کی اور دوسری طرف ایران کی مجلس شوریٰ اسلامی کے رئیس حداد عادل اور بعض دیگر نمائندوں نے بھی کھل کر پرویز کی حمایت کی ہے۔

۸۔مسلمانوں میں تفرقہ وانتشار وافتراق، مسلمانوں کو یکجا کرنے کی بجائے شیعہ اور سنی کے فرقے بنانا اور پھر سنیوں میں بریلوی ودیوبندی اور خود شیعوں میں مختلف

بہانوں سے عقائد تقلید، مرجعیت اور سیاست کے نام سے مزید ایک اور دیوار قائم کی گئی ہے۔ایران وعراق سے وابستہ حتیٰ خود سعودیہ سے وابستہ بہت سے گروہ مزید تفریق وانتشار کا سبب بنے ہیں۔خود شیعوں میں مجتہدین کے نام سے اختلاف پھیلایا گیا ہے۔قرآن وسنت محمدؐ کے خلاف اور جعلیات اور خودساختہ اصولوں کو بنیاد بنا کر اسلام کی اساس اور اصولوں سے تنزل کیا گیا یہاں تک کہ ایران میں پچھلے سالوں میں سڑک کے دائیں اور بائیں والوں کی عید میں اختلاف پیدا ہوا ہے۔اب عید فقہاء مجتہدین اور حکومتی سربراہان کی سربلندی کے تعارف کا دن بن گیا ہے۔

۹۔یہاں مراکز فرہنگ میں یوم خواتین کے نام سے بین الاقوامی حقوق خواتین کی داعی اور بے حجاب خواتین مہمان خصوصی وصدر مجلس ہیں، ان کے اعزاز میں محافل قائم کی جاتی ہیں اور یہاں آنے والے مسؤلین کا عمامہ وعباپوش استقبال کرتے ہیں۔

۱۰۔ایران کی طرف سے یہاں کمیونسٹوں اور ملحدین کو عزت بخشی جاتی ہے، بے نظیر، زرداری اور دوسرے ملحدین کو عزت دی جاتی ہے کیا یہ سیرت اہلبیت اور سیرت علی وحسین ہے۔

۱۱۔سعودیہ کھل کے توحید کا اعلان کرتا ہے جبکہ آپ شرائط اور لفافۂ توسل کے ساتھ اسکا اعلان کرتے ہیں۔

۱۲۔انقلاب اسلامی ایران سے دنیا بھر کے شیعہ ہی نہیں بلکہ سنیوں نے بھی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں، لیکن سنیوں کو چھوڑیں خود ایرانیوں نے شہید مطہری جیسی ہستی کی کتب کو پس پشت ڈالا ہے شیعوں سے متعلق مستند تحقیقات پر مبنی کتب کا فقدان ہے، بازار ایسی کتب سے بے رونق ہیں، جبکہ دوسری طرف ذرا جا کر سعودیہ کے بازار دیکھیں وہ اس حوالے سے کتنے پُر رونق ہیں۔

محترم اس وقت آپ اور شیخ محسن نجفی، راجہ ناصر صاحب کا اپنے اپنے حلقے میں راج ہے ہماری بات سننا تو دور کی بات ہے ہمیں آپکے احکامات پر آپ کے مقلدین تہمت والزام دین فروشی اور پرویزی وسعودی کا ہار پہناتے ہیں۔ہمارے اور آپ کے درمیان فرق دکانداروں سے نقد خریدنے والوں اور مہینوں سالوں کے ادھار پر خریدنے والوں جیسا ہے۔جہاں تک مجھے سعودیہ کے حوالے سے متہم کیا جاتا ہے۔اس بات کو تجزیہ وتحلیل کے میز پر رکھنا چاہیے۔اسکے ماہرین کو دعوت دینی چاہیے کہ وہ اسکی چھان بین کریں اور اپنی تحقیق پیش کریں۔یہ تحقیق مندرجہ ذیل حوالوں سے ممکن ہے:

۱۔ ریاست کے پاس ادارے موجود ہیں، ان سے درخواست کریں کہ وہ اس بارے میں حقائق کو منظر عام پر لائیں۔

۲۔ میری اسلام ومسلمین کے خلاف لکھی جانے والی کتب کو جلا دیا جائے۔

۳۔ میں یہاں کے تحقیقاتی اداروں پر ایک حوالے سے اعتماد کرسکتا ہوں وہ اس طرح کہ جس قدر جھوٹ، تہمت وافتراء آپ باندھتے ہیں، انہیں اتنا جھوٹ آئے گا بھی نہیں، یہ اپنے مقرر کردہ اصول تحقیق کے منافی نہیں کرتے اور خود کو جواب دہ سمجھتے ہیں۔آپ اس حوالے سے جس قسم کی تحقیقات کروائیں ہم انشاءاللہ مثل یوسف بری ہونگے۔لیکن جب میرے مخالفین کی اس حوالے سے تحقیقات ہوگی تو انھیں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔

۴۔ اس دوران ہمارے ساتھ حج کو جانے والے ساتھی علماء سے پوچھیں لیکن میں انھیں اپنی برائت کیلئے بطور گواہ پیش نہیں کرونگا کیونکہ وہ اپنے دین کی بنیاد کو جھوٹ پر قائم کئے ہوئے ہیں۔اس میں بڑے بڑے علماء پرہیز نہیں کرتے بلکہ وہ میرے خلاف جھوٹ بولنے کو دین ومذہب کی خدمت تصور کرتے ہیں۔

۵۔ میں نے وہاں جا کر اس ملک کے خلاف کسی سرگرمی میں حصہ لیا ہو اسے سامنے لائیں۔

۶۔ میرے حج پر جانے میں سعودی حکومت کا کوئی ربط نہیں، میں ہمیشہ سے پاکستان کی وزارت حج کے توسط سے حج پر جاتا ہوں، ہمیشہ کاروانوں میں جاتا رہا ہوں ابھی دو تین سال سے وہ مجھے لینے پر تیار نہیں ہوئے تو میں نے ایک دو ساتھیوں کے ساتھ جانا شروع کیا ہے، میں حج کے اخراجات اپنے اکاؤنٹ سے نکال کرلے جاتا ہوں جسے چیک کرسکتے ہیں لیکن جہاں جہاں سے بدبو نکلتی ہے، سب کو جواب دوں، یہ میرے بس کی بات نہیں ہے یہ یہاں کے مسؤلین کی ذمہ داری ہے کہ وہ میرا اکاؤنٹ چیک کریں، اس میں پیسہ کہاں سے آتا ہے جب وہ بیرون ملک سے اکاؤنٹ چیک کرسکتے ہیں تو یہاں کیوں نہیں کرسکتے۔

۷۔ میں اٹھتے بیٹھتے سعودیوں اور وہابیوں پر لعنت نہیں بھیجوں گا کیونکہ میرا مذہب لعنتی نہیں ہے۔میں کیوں کسی مسلمان پر لعنت بھیجوں، ہمارے پاس اگر منافقین پر لعنت ہے تو نام لے کر لعنت کرنے کی کوئی سند قرآن وسنت میں نہیں ملتی۔لہٰذا میں لعنت کے ذریعے اپنا دفاع نہیں کرونگا۔

۸۔ میں تہمت وافتراء سے بچنے کیلئے حج کو جانے سے گریز و پرہیز کروں اور زیارت پر جانا شروع کردوں، یہ ناممکن ہے، مجھے کیا پتہ وہاں سے سلامتی سے واپس آوں، نمی دانم مشہد و قم اور نجف میں کتنی جگہ میری پٹائی کریں کتنے مجتہدین کے گھر لے جا کر ذلیل کریں گے۔اس لئے میں حج کی فضیلت زیارت سے کم بیان کروں، ایسا ممکن نہیں۔

۹۔ میں اپنے حج کے ساتھیوں کو گواہی دینے کی درخواست نہیں کرسکتا کیونکہ اب یہاں گواہی دینا ممکن نہیں رہا کیونکہ یہاں بعض اوقات گن پوائنٹ پر کسی کام سے روکتے ہیں جبکہ آپ لوگ بائیکاٹ اور دیگر الزامات اور دھمکیوں سے روکتے ہیں۔

۱۰۔ جھوٹ کیلئے انھیں تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ خود جھوٹ کے موجد اور کارخانے دار ہیں جہاں انہوں نے کہا کہ سعودیہ کے بازاروں میں میری کتب کے انبار لگے ہیں۔بعض نے کہا ہماری کتب کو ہوٹلوں کے کچرہ دانوں میں پھینکتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔محترم سلمان نقوی نے کہا آپ کی کتابیں زیادہ تر سنی پڑھتے ہیں۔حضرات واجب الاحترام اور قوم وملت کے عمائدین آپ کو اپنے دشمن کو حقیر وفقیر اور احمق نہیں سمجھنا چاہیے۔امام خمینی فرماتے تھے دشمن ہم سے زیادہ ہوشیار رہتا ہے، وہ کسی نالائق، نااہل، چھوٹے قد والے، اپنے ابتدائی دروس میں نااہل جسے سوری، پلیز تک کہنا نہیں آتا حتیٰ عربی زبان بھی نہیں آتی بلکہ جو اردو اور بلتی کو ملاتا ہو، دشمن اُسے کیوں انتخاب کرے گا۔اس دین کو داو پر لگانے کے لئے علامہ نجفی اور آپ جیسے بلند قد وقامت، بلاغت، ادب، زبان اور تحریر کے حامل علماء کو سند علمی دینے والے آغا محسن نجفی، آغا ساجد، راجہ ناصر جعفری صاحب جیسی شخصیات کے ہوتے ہوئے ہماری نوبت کیسے آئے گی۔

۱۱۔ اپنے بچوں کو گواہ کیلئے پیش نہیں کرسکتا کیونکہ شبیر کوثری وغیرہ انھیں عرصے سے غلاظت کھلا رہے ہیں تاکہ میرے مرنے کے بعد انھیں سلطانی گواہ بنائیں۔میں نے انھیں تحریر دی ہے کہ اگر میرے خلاف کچھ بولنا ہے تو میری حیات میں بولیں تاکہ میں اپنی حیات میں جھوٹ اور باطل کا مقابلہ کرسکوں۔

۱۲۔ میرا سعودی عرب سے کوئی ربط نہیں ہے، ایسا کہوں تو آپ نہیں مانیں گے۔بلکہ سوال کی بوچھاڑ ہوگی آپ کیوں اور کیسے جاتے ہیں، آپ زیارات پر کیوں نہیں جاتے، یا یہ رقم حکیم سعید، عبدالستار ایدھی کے کہنے کے مطابق این جی اوز کے فلاحی کاموں میں کیوں خرچ نہیں کرتے، دوسرا مجھے کوئی گواہ نہیں ملے گا جبکہ آپکے پاس جھوٹ کے کارخانے بلا وقفہ چلتے ہیں۔خود کو اتباع الصادقین کہتے ہیں لیکن صادقین کے ساتھ ہمیشہ جنگ میں رہے ہیں۔

۱۳۔ ابھی تک ایران وعراق اور شام زیارات کیلئے بار بار جانے والوں کیلئے کوئی چھوٹا سا مذمتی بیان سامنے نہیں آیا، اسی طرح حج پر مسلسل جانے والے علماء پر بھی کسی نے تہمت والزام نہیں لگایا، یہ الزام صرف مجھ پر کیوں لگایا گیا ہے؟ اسکی کیا وجہ ہے۔کعبہ کی اہانت کرنے، اسے علی کا زچہ خانہ کہنے، صرف رکن یمانی کو محترم گرداننے، حج پر جعلی وخود ساختہ زیارت پر جانے کی سفارش کرکے حج کو بے اہمیت دکھانے، حاجیوں کو لوٹنے جیسے راز فاش کرنے کے علاوہ توسل کے نام سے توحید کی دھجیاں اڑانے اور ہر موقعہ محل پر خلفاء کی مذمت کو روکنے کے جرم میں مجھ پر یہ الزامات لگائے گئے ہیں۔اگر آپ کی اس تہمت کو مان لیں کہ مجھے حج پر جانے کے اخراجات سعودی عرب دیتا ہے تو آپ کو وزیروں کی مانند زندگی گزارنے کیلئے کون مال و دولت دیتا ہے؟ بلکہ آپ حضرات کو دین میں خرافات پھینکنے یا بقول لالجیان خرافات پر خاموش رہنے بلکہ اگر مگر لگا کر تائید کرنے کیلئے کون رقوم دے رہا ہے، یہاں سنی شیعہ فساد پھیلانے کیلئے پیسے دیئے جاتے ہیں۔آپکا ماہانہ خرچ، آپ کے گارڈ اور گاڑی کا خرچ کسی وزیر کے پروٹوکول سے کم نہیں جبکہ ہمارے پاس ایک رکشہ بھی نہیں ہے، اس قدر فرق کی وجہ کیا ہے۔یہی سوال آغائے ساجد، راجہ ناصر جعفری، جوادی، امین شہیدی، اور جناب راحت خود اپنے آپ سے کیوں نہیں کرتے کہ یہ خود اور ان جیسے دیگر علماء اتنی دولت کہاں سے لیتے ہیں اور کس مد میں لیتے ہیں۔

۱۴۔ جو گروہ یا ملک، سرمایہ دار یا این جی او ز آپ کو عزاداری میں موجود تمام اکاذیب، افسانے اور کہانیاں جوں کی توں رکھنے اور ہر آئے دن قرآن وسنت سے متصادم شعار اٹھانے کیلئے مال و دولت دیتے ہیں اگر یہ جائز ہے تو بقول آپ کے اگر مجھے سعودیہ والے دیتے ہیں تو یہ اسلام میں پھینکے گئے اکاذیب، خرافات کو اپنے عمامہ، عباء، قبا سے جھاڑو بنا کر ان خرافات کا صفایا کرنے کیلئے ہے۔میرا رہن سہن سب کے سامنے ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مجھے کوئی رقوم نہیں دیتا۔جناب من اسلام میرا دین ہے اور مجھے اس الزام پر ناز ہے کہ میں اس کیلئے اگر سعودیہ سے مدد لوں تو قرآن اور سنت محمدؐ میں میرے لئے اسکی کوئی ممانعت نہیں ملتی۔ایران کے عباء پوش علماء کا شہباز قلندر اور بے نظیر بھٹو کی قبر پر چادر چڑھانے کی آپ کیا توجیہ پیش کریں گے۔یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ یہ علماء کون کون تھے؟

ملک وملت کی بدقسمتی ہے کہ یہاں کے سرمایہ دار، این جی اوز اوران کے وکلاء نے علماءدین کو یکسو ہو کر دین کی سربلندی کے لئے مصروف ہونے سے باز رکھنے کیلئے انھیں گھر کے ملازموں جیسا بنا دیا ہے، انھیں جو کام کرنے کی ہدایت ملتی ہے وہ علماء سے یہ کرواتے ہیں۔اس حوالے سے انھوں نے کوئی درسگاہ نہیں چھوڑی جس میں علماء یکسو ہو کر اس درسگاہ پر توجہ دیں۔اس ملک میں مروجہ علوم کی بہت سی درسگاہیں ہیں قطع نظر اسکے جس کی سرپرستی میں بھی ہوں، وہ اپنے لئے دوسری کوئی ذمہ داری نہیں لیتیں لیکن ہمارے علماء کا کیا کہنا، وہ یہ نہیں کہتے یہ ہمارا کام نہیں بلکہ انکے منصوبہ جات میں جہاز رانی سے لے کر صفائی مہم تک کرنے کے منصوبے ہیں۔ایک دفعہ کسی عالم دین نے خدمت دینی وخدمت خلق دونوں کو جمع کر کے ایک لمبی فہرست تیار کی تو ان کے سالے نے ان سے کہا آپ یہ سب کیسے کریں گے تو کہنے لگے جس مد میں رقم ملے گی اسی میں کام کرونگا۔قارئین آغا جواد نے یہاں تشریف لانے کے بعد متعدد شعارات بلند کیے جو قرآن وسنت محمدؐ کے علاوہ حقیقت وواقعیت سے بھی مطابقت نہیں رکھتے، یہ شعارات کچھ عرصہ کے بعد کھوکھلے اور فرسودہ شعار ضالہ ثابت ہونگیں، یہاں ہم اس حوالے سے تذکرہ کریں گے:۔

شعار عزاداری:

آپ کے مرفوعہ شعار میں سے ایک تصفیہ عزاداری از خرافات تھا لیکن اس شعار پر عمل پیرا ہونے کیلئے نہ آپ خود تیار ہوئے اور نہ آپکا شعار لبیک یا حسین اٹھانے والے، کاش اس نعرے کے ذریعے قیام امام حسین سے وابستہ مجالس سے خرافات اکھاڑ پھینکتے لیکن آپ اور آپکا حلقہ احباب مثلاً محترم رئیسی وغیرہ سب سامعین سے نذرانہ اشک لینے کیلئے ہر وقت بے تاب رہتے ہیں۔آپ حضرت سکینہ کو تین یا چار سال کی چھوٹی بچی دکھانے پر مصر رہتے تھے۔جناب رئیسی صاحب کو میرے اوپر غصہ اس بات پر تھا کہ میری کتابوں کی وجہ سے ان کے جھوٹے مصائب ضائع ہو گئے ہیں۔لوگ انھیں پڑھ کر اب روتے نہیں۔اسی طرح باقر زیدی اور راجہ ناصر صاحب جیسے قائدین کو لوگوں کو رُلانے سے مزا آتا ہے۔

ہم اپنے ملک کی ترقی وتمدن میں پیش رفت نہ ہونے، پسپا ہونے، بعض کے بقول جدوجہد وکاوشوں کو دیکھنے کے بعد کوئی نمایاں اثر اور نتائج نہ دیکھنے پر متعجب رہتے اور ہمیشہ سوچتے تھے، آخر ہم کیوں ترقی نہیں کرتے، کیوں تنزل وگہرائی کی طرف جارہے ہیں۔بہت غور وخوض کرنے کے بعد اب تھوڑا سمجھنے لگے ہیں۔دنیا میں ترقی وتمدن، پیش رفت ہمیشہ گزشتہ وحاضر دور میں قائدین کے توسط سے ہوئی ہے۔آج تک نہج الرعی، افراط وتفریط، درہم وبرہم بلا قائد ورہبر کسی قوم نے ترقی نہیں کی، ہر ترقی قائدین کے توسط سے ہی ہوئی ہے۔ان قائدین کی صفات وخصوصیات دیکھنے کے بعد معلوم ہوا وہ قوم وملت کے دکھ، مصیبت اور پریشانیوں کو دیکھ کر بے قرار، دکھی اور پریشان ہو جاتے تھے، ان دکھوں اور مصیبتوں کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں، اس حوالے سے ہر وقت بیدار رہتے تھے۔لیکن ہمارے قائدین ان سے مختلف ہیں۔ہمارے قائدین کو رونے رلانے سے مزہ آتا ہے۔یہ رلانے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔چنانچہ ایسے قائدین کے توسط سے کیسے ملک ترقی کر سکتا ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ عزاداری میں خرافات ہیں، یہ آپ کی جرأت ہے۔لیکن خرافاتی مجالس میں شرکت کرنا آپ کی تشخیص مصلحت ہے۔جس سے خرافات ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔عزاداری سے خرافات کے خاتمہ کی بجائے اضافہ آپ حضرات کی حوصلہ افزائی کیوجہ سے ہوا ہے۔اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں آپ ہی نے تنہا قوم کو خرافات کی دلدل میں دھکیلا ہے بلکہ اس میں اور بھی بہت سے شامل ہیں۔بعض نے عید کے نام سے دیوانگی کو رواج دیا ہے۔اچھے سینگ والے بکرے اور پھر بیل کا مقابلہ شروع ہوا ہے۔دونوں عیدوں کے نام سے پاکستان کے علماء نے جو ماحول بنایا ہے وہ خالص لہو ولعب، حرام اور خلاف قرآن وسنت کاموں، اسراف وتبذیر اور خدمتِ سیکولر ہے۔اسکا اسلام سے کوئی رشتہ نہیں، یہ صرف ان کی انا ہے۔اسی طرح عزاداری، قرآن وسنت سے متصادم، ضد حسین اور ضد اہل بیت محمد ایک عمل ہے۔عید اسلام کے نام سے اسلام کو دبانے کی کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔تاریخ ہمیں کیسے معاف کرے گی، اس میں سب کی شرکت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔فرق صرف اس کی فلسفہ تراشی میں ہے، آپ نے کہا یہ سرزمین انسانوں کا خون مانگتی ہے، جوانوں کا خون مانگتی ہے۔امام حسین نے خون کا دریا بہا کے دین کو بچایا۔دوسرے نے کہا بیل، بکرے گوسفندوں کا خون مانگتی ہے۔آخر میں یہ دونوں جمع ہو کر سیلاب بن کر مسلمانوں کو بہا لے گئے اور سیکولرزم جاگزین ہو گیا۔کیونکہ سنت اجتماعی ہے ایک قوم کے جانے کے بعد دوسری قوم جاگزین ہو جاتی ہے، آپ کے سر وسینہ پیٹنے اور خون کی ندیاں بہانے سے جو رنگ چھایا ہے وہ

رنگ سیکولرزم ہی ہے،اس لئے آپ ان سے اتحاد کے داعی ہیں لہٰذا آغا راجہ ناصر اور امین شہیدی اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ کون سا سیکولر گروہ سامنے آتا ہے۔علماء پاکستان چاہے جس فرقے سے بھی تعلق رکھتے ہوں،وہ گذشتہ علماء سے ضرور فرق رکھتے ہیں گذشتہ علماء دین کے احیاء کرنے میں کردار رکھتے تھے،جبکہ اس وقت کے علماء جدید خرافات وفرسودیات کو عام کرنے اور ملک وملت اور دین وشریعت سے خیانت کرنے میں برابر کے شریک ہیں۔

غلات کی شناخت:

غلات کون ہیں اور کسے غالی کہتے ہیں اس بارے میں عمامہ وعباء پوش اور امام جمعہ وجماعت کا کہنا ہے غلات وہ لوگ ہیں جو حضرت علی کو اللہ کہتے ہیں،نماز کی جگہ عزاداری کو ہی نماز سمجھتے ہیں اور تشہد میں علیؑ ولی اللہ پڑھتے ہیں یہ سب غلات ہیں۔حالانکہ یہ غلات کی واضح تعریف نہیں ہے،غلات حدود مقرر سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں،قرآن کریم میں کسی بندے،مخلوق یا غیر اللہ کو مقام الوہیت دینے کو کہتے ہیں،حتیٰ کہ نبی کو بھی یہ مقام دیں گے تو یہ غلو ہے۔چنانچہ اللہ نے اہل کتاب کو کہا ہے دین میں غلو مت کرو۔دین میں غلو کا آغاز نصاریٰ نے کیا ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ اور ابن اللہ کہا ہے۔غلو کی اس تعریف کی روشنی میں دیکھا جائے تو جو عمامہ وعباء پوش علماء ممبر سے درس دیتے ہیں کہ حضرت علی سب کچھ جانتے ہیں،وہ خلقت عالم سے پہلے موجود تھے اور موسیٰ اور عیسیٰ کے ساتھ تھے۔آئمہ سب کچھ کرسکتے ہیں اور جو بھی حاجت ہو،ان سے مانگ سکتے ہیں یہ سب غلو ہے۔اسی طرح آپ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ اور اہل بیت بشر نہیں ہیں جب کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے پیغمبر انھیں کہہ دو میں بشر ہوں۔کیا قرآن کے خلاف محمدؐ کو بشریت سے نکالنا سب سے بڑا غلو نہیں ہے،آپ غلو کے استاد ہیں اور باقی سب آپ کے شاگرد ہیں۔آپ لفظی تیر مارتے ہیں،دھوکا دیتے ہیں یہاں تک اگر آپ سچ بھی بولیں تو اس میں بھی غلو شامل ہوتا ہے۔غرض شیعہ،بریلوی اور وہابی سب غالی ہیں۔اگر غلو سے نفرت ہے اور اس سے بچنا چاہتے ہیں تو اپنے فرقے کی بجائے قرآن وسنت نبی کریم کی طرف دعوت دیں اس پر عمل پیرا ہونے اور کرنے کی کوشش کریں۔

تکفیری گروہ:

آپ اور دیگر عمائدین کا تکرار اور اصرار ہے ہمارا کسی فرقے سے کوئی اختلاف نہیں۔ہمارا اختلاف صرف تکفیری گروہ سے ہے۔یہ گروہ سب کو کافر کہتے ہیں۔یہاں پر آپ اور دیگر عمائدین سے سوال ہے اس وقت اس ملک میں کون تکفیری ہے اور کون سا فرقہ اس تکفیری گروہ سے بچا ہوا ہے۔سب سے پہلے جس نے دوسروں کو کافر کہنے کا فتویٰ دیا ہے،وہ بریلوی ہیں اس حوالے سے آپ احمد رضا صاحب کے فتویٰ کو دیکھ سکتے ہیں جبکہ ان سے آپکا اتحاد ہے۔دوسرے نمبر پر آپ ہیں آپ نے امامت کو اصول دین میں شامل کیا،پھر اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں اور اس پر بحث وگفتگو کرنے والے کو منافق کہتے ہیں۔تیسرے نمبر پر وہابی آتے ہیں جو اپنے علاوہ سب کو کافر کہتے ہیں۔سلفی تو ہر حدیث میں ڈنڈا رکھتے ہیں جو اس کو نہیں مانتا،اسے کافر کہتے ہیں۔آپ جن کو کافر نہیں کہتے اور جن سے اتحاد کرنا چاہتے ہیں وہ اس ملک کے سیکولر اور فکر الحادی رکھنے والے ہیں۔آپ کہتے ہیں شیعہ اور بریلوی ایک ہیں اور آپس میں انکا اتحاد بھی ہے۔یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ آپ کے پاس کسی بریلوی سے اتحاد نہیں بلکہ آپ کے اتحادی قادری،پی پی اور تحریک انصاف ہیں جو سب سیکولر ہیں،جن کے پاس کوئی مذہب نہیں اور وہ اتحاد کی بات کرتے ہیں۔

اگر آپ کسی کو قرآن وسنت نبی کی دعوت دیں تو آپ کو کوئی بھی کافر نہیں کہے گا۔لیکن آپ کو قرآن وسنت پیغمبر کی دعوت سے چڑ ہے ان سے دور بھاگتے ہیں۔جب بھی قرآن وسنت نبیؐ کی بات ہوتی ہے تو آپ اور آپ کے علماء چیخ اٹھتے ہیں کہتے ہیں قرآن کو سب سے پہلے عمر نے اٹھایا تھا قرآن تو کسی کو سمجھ ہی نہیں آسکتا ہے اور سنت کی بات پر بھی آپ چڑتے ہیں۔حقیقت میں اس وقت کوئی بھی فرقہ ایک دوسرے کو کافر گرداننے سے محفوظ نہیں۔سب قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنا مصدر جعفر صادق وابوحنیفہ اور امام مالک وحنبل وغیرہ کو بنائے ہوئے ہیں۔حالانکہ قرآن وسنت میں انکے قول کے حجت ہونے کا کوئی حکم نہیں ہے۔اگر آپ سب قرآن وسنت کو اپنا مصدر قرار دے دیں تو یہ تکفیر خود بخود ختم ہو جائے گی۔

شعار اقبال گرائی:

علامہ اقبال کو قیام پاکستان کے بنیادی ارکین میں سے گنا جاتا ہے۔لیکن اقبال پر تخصص رکھنے والوں نے آپکے وہ خطب واشعار پیش نہیں کئے جن میں

پاکستان کا تصور پیش کیا گیا ہو اس سلسلے میں صرف خطبہ الہ آباد کی صدارت کو پیش کیا جاتا ہے۔آپ فیلسوف شاعر تھے۔شعر ولولہ انگیزی، کشش و جاذبیت رکھتا ہے جیسے تاریخ میں گزرنے والے دیگر شعراء کو یہ ملکہ حاصل رہا جیسے مولانا رومی، حافظ شیرازی، عربوں میں امراء القیس، بشار البرد، ابوالاعلیٰ المعری، متنبی وغیرہ ہیں۔آپ کی اسلامی و دینی گرائش سے آگاہی کیلئے آپ کی سوانح حیات سے شروع کرنے کی ضرورت ہے۔آپ کی سوانح حیات کے بارے میں اسلامی انسائیکلوپیڈیا تالیف قاسم محمود ج اص ۲۴ پر آیا ہے۔علامہ اقبال شہر سیالکوٹ میں ۱۲۹۴ھ میں پیدا ہوئے، ان کے والد انپڑھ تھے لیکن ان کا مزاج صوفیانہ تھا۔ ذریعہ معاش دستکاری تھا، وہ ایک ڈپٹی کے ہاں ملازم تھے۔علامہ نے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی پھر سکاچ مشن سکول سیالکوٹ سے میٹرک کیا۔ ہمارے دیگر سیکولر دانشوروں کی طرح ان کی ابتدائی تعلیم مسیحیوں کی درسگاہ سے ہی حاصل کردہ ہے۔اسکے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ پڑھا، مشہور مستشرق مسٹر آرنلڈ سے آپکی دوستی تھی اوران سے علمی فوائد بھی حاصل کئے۔تمام امتحانوں میں وظیفہ حاصل کیا اور تمغے حاصل کرتے رہے، فلسفے میں ایم اے کیا اور گورنمنٹ کالج میں انگریزی اور فلسفے کے استاد رہے۔

لندن کیمبرج یونیورسٹی اور جرمنی میں میونخ یونیورسٹی سے فلسفے میں اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں۔انگلینڈ میں مستشرق پروفیسر برون نکلسن اور سارلی سے استفادہ کیا۔انہی دنوں وہاں سے بیرسٹری لاء کے امتحانات پاس کئے۔جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔اس میں انہوں نے ''ایران اور مابعد الطبیعت'' کے نام سے مقالہ پیش کیا۔اقبال تین سال یورپ میں رہنے کے بعد ۱۹۰۸ء میں وطن واپس آئے اور وکالت کا آغاز کیا اور ساتھ ہی گورنمنٹ کالج میں پروفیسر کے فرائض سرانجام دینے لگے۔اسی دور میں آپ نے قومی نظموں کا آغاز کیا۔'شکوہ جواب شکوہ شمع اور شاعری' اس دور کی یادگار ہیں۔

۱۹۱۵ء میں آپ کی فارسی مثنوی ''اسرار خودی'' شائع ہوئی اور تین برس بعد ''رموز بے خودی'' شائع ہوئی۔پنجاب کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں تاریخی خطبہ دیا اور مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا۔آج کل پاکستان میں ہر کوئی صوبائی خود مختاری کا مطالبہ کر رہا ہے۔

یہاں آپکی حیات دینی کے بارے میں کہ آپ کس قسم کی گرائش رکھتے تھے، بیان نہیں ہوا۔آپ کس حد تک اصول وفروع دین، قرآن کریم اور سنت نبیؐ کریم سے استناد کرتے تھے، اسکا بھی ذکر نہیں ملتا۔بہر حال آپ شاعر، مفکر، فلسفی اور اسکالر تھے۔آپ نے شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا ہے، چنانچہ آپ کا ابتدائی کلام غزلوں کی صورت میں ہے۔جلد ہی آپ کے اشعار مقبول عام وخاص واقع ہوئے۔شعر الفاظ کی جاذبیت سے پر لیکن زیادہ معانی سے عاری رہتا ہے، شعر کی تعریف میں کہتے ہیں بہترین شعر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو، چنانچہ قرآن کے مطابق شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں، علامہ اقبال بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں تھے، لہٰذا ان کے اشعار کو وحی منزل جیسا سمجھنا اور قرآن وسنت کی جگہ دلیل کے طور پر ماننا اور قرآن وسنت محمدؐ کی جگہ علامہ اقبال کا اسلام پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے، کیا یہ غلو نہیں ہے۔کیا قرآن نے غلو سے منع نہیں کیا ہے۔شاعر ہمیشہ انسانوں کو میدان جنگ سے مقابلہ ومبارزہ سے نکال کر الفاظ کے تنگ وتاریک اور بے معنی زندان میں حبس کرتا ہے۔علامہ اقبال کسی دینی درسگاہ سے نہیں پڑھے تھے۔انھوں نے اپنی تعلیم یورپ کی ام الفساد، ام الاستعمار والی درسگاہوں سے علم حاصل کی ہے۔اس لئے انھیں نمونہ اور مصدر و مآخذ دین بنانا غلو ہے، ان پر وحی تو نہیں ہوئی تھی ان کے بعض اشعار اصول وحقائق اسلام سے انکار پر مبنی ہیں کیا امام خمینی، باقر الصدر، اور مطہری ہمارے لئے اسوۃ ہیں؟ کیا مسلمانوں کو اپنے علاقے کے علماء و مفکرین کو اسوۃ بنانا چاہیے یا قرآن وسنت محمدؐ کو اسوۂ شریعت بنانا چاہیے؟ قرآن ومحمدؐ ہی شناخت کی کسوٹی ہیں۔

علامہ اقبال کی سوانح حیات سے ظاہر ہوتا ہے زبان شناسی، جدید علوم، مغرب شناسی اور خاص کر مغربی فلسفہ آپ کا موضوع تھا۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے ایک انسان جس کا موضوع تحقیق فلسفۂ جدید وقدیم ہو، جس کا موضوع تحقیق قانون ہو، وہ دینی علوم کا صرف فارغ اوقات میں مطالعہ کرتا ہو، وہ دینی علوم پر زیادہ تسلط حاصل نہیں کر سکتا' چنانچہ انہوں نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ میں دین اسلام کے اصول وفروع پر بھی عبور کامل رکھتا ہوں بلکہ انہوں نے تاریخ اسلام کے مطالعے کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اصل اساس شریعت کا ذکر نہیں کیا۔

آپ نے اپنے وسیع وعریض بلند منازل درسگاہ عروۃ الوثقیٰ کا تعارف عندالعوام والخواص کے اذہان میں متوقع تصورات ومقاصد سے ہٹ کر اقبالیات

سے اپنا تعارف کرنے کو ترجیح دی اسکے علاوہ اس درسگاہ کیلئے اسے اپنا مرکز تحریک قرار دیا ہے۔یعنی اس تحریک کی راہ ورسم، راہ نما اصول اشعار علامہ اقبال ہیں۔ چنانچہ اس تحریک کے رسالہ ترجمان کا نام مشرب ناب رکھا گیا ہے۔علامہ کے فرمودات نثر میں نہ ہونے کے برابر ہیں جو کچھ ان سے منقول ہے، وہ نظم کی صورت میں ہے۔شعر کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے شعر کا معنی فی بطن شاعر عام آدمی کی سمجھ سے باہر ہے خاص کر ہم جیسے ذوق شعر سے محروم افراد کیلئے کسی نہ سمجھنے والی زبان میں گفتگو کرنے کی مانند ہے لہٰذا ان کے اقوال، کلمات واشعار سے رہنما اصول لینے کیلئے دو کاموں کی ضرورت ہے:

۱۔ان کی سوانح حیات یعنی انہوں نے اسلام کو کہاں سے کہاں تک کس عالم دین سے پڑھا ہے، ان کے دینی علوم اور دینی کتب بینی سے آگاہی کی ضرورت ہے۔

۲۔علامہ اقبال کے کون سے اشعار ہیں جن سے مسلمان راہ منزلِ اسلام سے قریب ہوسکتے ہیں۔

مصادرِ افکار ونظریاتِ علامہ اقبال:

ہر چیز اپنا مصدر و مآخذ رکھتی ہے جس چیز کے مصدر و مآخذ نہیں، اس کو فرزند نا خلف کہتے ہیں، کتابوں کی قدر و قیمت ان کے مصادر و مراجع سے کی جاتی ہے۔علامہ کو مفکر پاکستان کے ساتھ مفکر اسلام بھی کہا جاتا ہے، اب تو یہاں کے سیکولر حضرات نے یہاں کے اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی: اسلامِ اقبال ومحمد علی جناح اور اسلامِ قرآن وسنت۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے جو اسلام محمد علی جناح اور علامہ اقبال نے پیش کیا ہے، انہوں نے اس اسلام کو کہاں سے اخذ کیا ہے، انھوں نے اسلام کو کہاں سے پڑھا ہے، اسکا کہیں سے بھی کوئی قابل اطمینان مصدر نہیں ملا لیکن میرا یہ مسئلہ مشرب ناب شمارہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ پڑھنے سے حل ہوا ہے جہاں مشرب ناب میں آیا ہے آپ کے افکار کے مصادر و ماخذ مولانا رومی ہیں۔

پیر رومی خاک را اکسیر کرد   از غبارم جلوہ ما تعمیر کرد

علامہ فرماتے ہیں مولانا رومی نے درحقیقت مجھ خاک بھر چٹکی کو کیمیا بنا دیا، میں ایک بے ارزش اور بے قیمت تھا لیکن مولانا رومی کے کلام نے مجھ پر اثر کیا اور یہ خاک کیمیا بن گئی۔یہاں سے واضح ہوا علامہ اقبال نے افکار ونظریات اپنے والد صوفی کے بعد کلام رومی سے اخذ کئے ہیں۔بقول علامہ "وہ خاک کو اکسیر بنا دیتے ہیں"۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے خود رومی کے کیا مصادر و مآخذ تھے جس کے تحت انہوں نے مولانا روشن خیال، مغرب کی ضد اسلام درسگاہوں سے پڑھنے والے اس صوفی زادے کو اکسیر بنا دیا۔ان کے مصادر واضح ہیں اس میں کوئی پیچیدگی نہیں اور مولانا رومی کے پیر و مرشد جنہوں نے انھیں اکسیر بنایا ہے وہ ہستی شمس تبریزی کی ہے جن کے اشعار نے رومی کو منقلب کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں میری دو حیثیت ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی، ظاہر میں دونوں متضاد نظر آتی ہیں لیکن باطن میں دونوں ایک ہیں یعنی ہم ہی خالق، ہم ہی مخلوق، ہم ہی رازق، ہم ہی مرزوق ہیں ہم ہی اول، ہم ہی آخر ہیں۔شمس تبریزی نظریہ حلول پر قائم رہا۔حلول کا سلسلہ نصاریٰ سے ملتا ہے۔جہاں انہوں نے اللہ کا حضرت مسیح میں حلول ہونے کا کہا ہے۔اسلام میں یہ عقیدہ دوسری صدی ہجری میں مغیرہ عجلی نے ایجاد کیا۔اس کے بعد محمد نصیر نمیری نے اسے فروغ دیا، ان کے بعد حسین حلاج اور شبلی سے یہ سلسلہ چلتا ہوا شمس تبریزی اور مولانا رومی تک پہنچا ہے۔چنانچہ اس حوالے سے پہلا الحادی حسین حلاج ہے۔اسی بنیاد پر اسے حکومت وقت نے قتل کیا تھا جہاں اس نے کہا تھا انا الحق، اس حلولی اور الحادی عقیدہ کی بنیاد پر غلات شیعہ کہتے ہیں آئمہ علم غیب جانتے ہیں یا آئمہ سب کچھ کر سکتے ہیں، آئمہ اور اللہ میں دوئیت نہیں ہے۔

اقبال صوفی فکر کے حامل تھے البتہ صوفی چلہ نشین وخانقاہ نشین نہیں بلکہ صوفی انقلابی تھے۔وہ صوفی جامد نہیں صوفی متحرک تھے۔صوفی درویش نہیں صوفی دگر کوئی تھے، صوفی انقلابی تھے کیونکہ آپ نے پہلے صوفیوں کی مذمت کی ہے دوسرا ذریعہ آپ کے سرودی اشعار ہیں۔ان اشعار سے آپ کے افکار ونظریات کی عمق اور گہرائی کو درک کرنا ہے۔آپکے دینی اشعار کا تجزیہ وتحلیل کرنا ضروری اور ناگزیر ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ اسلام کو علامہ اقبال سے لینا ہے یا قرآن اور سنت محمدؐ سے لینا ہے۔یہاں قرآن اور سیرتِ محمدؐ کے سانچے سے علامہ اقبال کی اسلام شناسی کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ایک وسیع وعریض موضوع ہونے کی وجہ سے ہم علامہ کے تمام اشعار سے ان کی دینی سوچ کو نہیں لے سکتے، لہٰذا ہم صرف چند اشعار کا جائزہ لیں گے۔آغا جواد صاحب آپ کے امام قرآن ومحمدؐ ہیں آپ کے امام علی وحضرات حسنین ہیں نہ کہ علامہ اقبال کے افکار ونظریات اور اشعار ہیں۔بہت سے مروجہ علوم کے ماہر انجانے اور بے وقوفی میں بڑے بڑے دعوے کر کے علمائے دین کو چیلنج کرتے ہیں۔اسی طرح جس نے علم دین پڑھا ہوتا ہے وہ ان نظریات سے مبارزہ طلبی کر کے صاحب نظریہ بنے، یہ بھی صحیح نہیں۔کوئی عقلمند انسان ایسا دعویٰ نہیں کرے گا خاص

کر کے دین میں اس کی ممانعت ہے ۔اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو علامہ اقبال کے بھی کچھ ایسے اشعار ہیں جنہیں ہمارے ہاں دانشور او رعلماء حضرات جن میں آغا جوادپیش پیش ہیں، اپنے عقائد وافکار کی سند میں پیش کرتے ہیں۔اس کے بعد کسی کی مجال نہیں رہتی کہ وہ چون وچرا کرے۔کسی بھی شخصیت کے بارے میں غلو کریں یہ عقلاً درست نہیں۔مسلمانوں کو جس چیز نے زوال ونابودی سے دوچار کیا ہے وہ یہی غلو ہے۔علامہ کے بارے میں بھی اسی روش غلو کواپنایا گیا ہے۔

ایک انسانِ عاقل کوتسلیم کرنا پڑے گا کہ انسان دنیا میں جس نکتے پر کھڑا ہو،اس کا وجود شش جہت میں آگے پیچھے، دائیں بائیں اوراوپر نیچے تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے کان محدودشرائط میں سنتے ہیں،اسی طرح بصارت کے حوالے سے صرف ایک جانب دیکھتا ہے اورباقی پانچ جہات اس سے اندھیرے میں رہتی ہیں اگر ہمارے بزرگ وفلسفی شاعر کوفلسفہ اورجدید علوم پر تسلط حاصل تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انھیں تاریخ اسلام پر بھی تسلط حاصل تھا اور انھیں روایت شناسی اور تفسیر قرآن پر بھی عبور ہو،اس کی کوئی منطق نہیں بنتی ، چنانچہ بہت سے فقہاء تاریخ سے ناواقت تھے۔ہم یہاں اپنے موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے کچھ اشعار کے بارے میں اظہار خیال کریں گے۔

اقبال کی اللہ تعالیٰ پر کڑی تنقید ملاحظہ ہو

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں! | کار جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر

روز حساب جب مرا پیش ہو دفتر عمل | آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر

قصور وار غریب الدیار ہوں لیکن | ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد!

وہ دشت سادہ،وہ تیرا جہان بے بنیاد | خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں

کر پہلے مجھ کو زندگی جاوداں عطا! | پھر ذوق وشوق دیکھ دل بے قرار کا

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا | یہاں مرنے کی پابندی،وہاں جینے کی پابندی

ملا پہ تنقید اور اپنے زندیق ہونے کا اقرار

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی | اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگ مسلمانی!

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا | افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

علامہ اقبال یورپ کے ہر شہر بلکہ ہر گلی کو جنت قرار دیتے ہیں۔ان کی یہ بات قرآن کی محکم آیات کے خلاف ہے۔

تازہ میرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا | عشق تمام مصطفیٰ! عقل تمام بولہب

ان اشعار میں علامہ عقل کی بات نہ ماننے کا درس دے رہے ہیں کیونکہ عقل ان کی سوچ وفکر کے مطابق انسان کوفطرتِ لومڑی وابولہبی کی طرف لے جاتی ہے، جبکہ عشق انسان کوراہِ خلیل دکھاتا ہے۔لیکن علامہ سے سوال ہے اللہ نے اپنے خطاب اوامرونواہی''افصل ولا تفصّل''کومرکب عقل پرسوار کیا ہے یا جہالت اور عشق کوانسان کا رہبر بنایا ہے۔جہاں عقل نہیں وہاں دیوانگی ہے، پاگل پن ہے،شریعت کی پابندی نہیں۔قرآن کریم کی آیات لوگوں کوعقل استعمال کرنے کی دعوت دیتی ہیں اوراس سے صرف نظر کرنے والوں کی مذمت کرتی ہیں۔یہاں انسان قرآن کی ہدایت پر چلے یا علامہ اقبال کے اشعار کومشعلِ راہ و چراغ ہدایت بنائے۔ جہاں عقل نہیں وہاں جہالت ہوگی، کیا جہالت کی بات عقل اور اسلام وقرآن کی بات ہوگی؟ پھر اقبال مسلمانوں کو بے عقلی کی راہ اپنانے کا درس دے کر کیا عاقل و مسلمان بنانا چاہتے ہیں یا جاہل وکافر؟ ہمیں لوگوں کو کیا درس دینا چاہیئے کہ وہ پیغمبرؐ اکرم کی سنت پر چلیں یا علامہ اقبال کی سنت پر؟ دیکھئے اقبال کیا چاہتے ہیں۔

خدایا آرزو میری یہی ہے | مرا نور بصیرت عام کر دے

قرآن کریم نے اسوہ حسنہ یعنی عمل کے لئے بہترین نمونہ پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات گرامی قدر کو قرار دیا ہے اقبال اگر سنت پیغمبرؐ اکرم یا آپ کے نور بصیرت کی بات کرتے تو یہ بات قابل فہم اور قابل تسلیم ہوتی لیکن اس شعر میں اقبال نے پیغمبرؐ اکرم کو چھوڑ کر اپنی ذات کو سب سے افضل گردانا اور اپنے نور بصیرت کو

عام کرنے کی بات کی ہے ان کی یہ آرزو خلاف قرآن وسنت ہے ورنہ وہ اپنے نور بصیرت کی بجائے احکامات وتعلیمات قرآن وسنت پیغمبرؐ کو عام کرنے کی آرزو کرتے جبکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا چنانچہ اس شعر میں اقبال نے گویا خود کو ختمی مرتبت پیغمبرؐ اکرم سے افضل قرار دیا ہے اقبال کے مجنوں بننے کی دعا ملاحظہ ہو

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں　　　مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

نیک وبد کی تمیز کے لئے اللہ نے عقل عطا کی اس لئے لوگ بھی اپنے بچوں یا احباب کے تعارف میں کہتے کہ وہ بڑے عقل مند ہیں لیکن اقبال کہتے ہیں عقل سے نیک وبد کے فرق کا پتہ نہیں چلتا۔

خرد واقف نہیں ہے نیک وبد سے　　　خرد بیزار دل فرد سے

علامہ نے خود تسلیم کیا کہ وہ عقل وخرد سے دوری وبیزاری اختیار کر چکے ہیں بتائیں جس انسان کا کلام عقل سے عاری ہو کیا اسے اسلامی وشرعی وقرآنی کہا جا سکتا ہے؟ عقل کی مذمت میں شعر ملاحظہ ہو:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　　عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اس شعر کے مطابق حضرت ابراہیم اپنی مرضی سے خود آگ میں کودے ہیں یہ جھوٹ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم کو نمرودیوں نے آگ میں پھینکا تھا لہٰذا یہ کہنا کہ ابراہیم آگ میں کودے ہیں دراصل نمرود اور اس کے پیروکاروں کو ان کے ظلم وجرم سے بری کرانا ہے حالانکہ قرآن میں اس واقعہ کے ذکر کے بعد نمرود کے جرم کو چھپانا ناممکن ہے۔

حملہ بے امان علامہ بے عقل وپرستش بے بند عشق:

عقل کی روباہی با عشق کی بولہبی　　　باحیلہ آفرنگی یا حملہ ترکانہ

مومن از عشق وعشق از مومن است　　　عشق را ناممکن ممکن است

علامہ کے تمام اشعار جن پر تنقیدی نمبر لگائیں تو سب سے زیادہ نمبر ان اشعار پر لگیں گے جہاں آپ نے عقل کی سخت ترین بلکہ بدترین کلمات میں مذمت کی ہے بلکہ عقل کو کبھی لومڑی اور کبھی بولہبی کہا ہے۔

۱۔مقاصد شرع میں سے پہلا مقصد حفظ عقل ہے۔

۲۔عقل سے تکلیف شروع ہوتی ہے فاقد عقل پر تکلیف نہیں۔

۳۔منحرف وگمراہ ہونے والوں کے عدم تعقل کی مذمت گئی کی ہے۔

۴۔ملک میں سرگرم سیاستدانوں بلکہ خود علامہ اور جناح نے تحریک پاکستان عشق سے چلائی ہے یا عقل سے؟

۵۔ملک کی مسلح افواج سے پوچھیں دشمن کا مقابلہ عقل سے کرتے ہیں یا عشق سے؟

۶۔ملک میں موجود صاحب عزت وشرافت وغیرت وناموس رکھنے والی خواتین تابع عقل ہیں جبکہ نیلام گھروں میں رقاصی کرنے والی، پسند کی شادی کرنے والی اور ایسا نہ کرنے پر تیزاب کا نشانہ بننے والی سب لشکر عشق سے تعلق رکھتی ہیں۔

۷۔آپ خود وکیل تھے آپ وکالت میں اپنے مؤکل سے دفاع عقل سے کرتے تھے یا عشق سے کرتے تھے۔

اقبال کے نزدیک مہدی آخر الزمان کون!

ہو جس کی خودی پہلے نمودار　　　وہی مہدی وہی آخر زمانی

کیا اقبال کی نظر میں حرم پاک کی مانند کوئی اور شہر بھی ہے؟

ہسپانیہ تو خون مسلمان کا امیں ہے　　　مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں

کیا مسلمانوں کا ہدف احیاء واجراء نظام قرآن وسنت پیغمبر اکرم ہے یا کسی مقصد کے لئے جان دینا ہی اصل ہدف ہے۔

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن — نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

مزدوروں کی غربت وافلاس میں ملکوں کے ظالمانہ نظام اور دولت کے انبار لگانے والے سرمایہ داروں کا قصور ہے یا کسی اور کا؟ اس شعر میں دیکھیں اقبال کس کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں:

تو قادر وعادل ہے مگر تیرے جہاں میں — ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

کیا کوئی کہہ سکتا ہے چونکہ حرم پاک میں سنگ مرمر لگا دیا گیا ہے لہٰذا میں اس سے بیزار ہوں اقبال کا شعر ملاحظہ ہو:

میں ناخوش وبیزار ہوں مرمر کی سلوں سے — میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو

عقل کا مرشد کون ہے اگر وہ مرشد میسر نہ ہو تو شرع ودین کی کیا حیثیت ہے اقبال کا جواب ملاحظہ ہو:

عقل ودل ونگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق — عشق نہ ہو تو شرع ودیں بتکدہ تصورات

عقل کی انتہائی مذمت اور حقیر پن ملاحظہ ہو:

تازہ میرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا — عشق تمام مصطفیٰ! عقل تمام بولہب

اسلام کے دامن میں کیا ہے:

اسلام کے دامن میں اور اس کے سوا کیا ہے — اک ضرب ید اللہی، اک سجدہ شبیری

اقبال کے نزدیک اسلام کے دامن میں بس دو ہی چیزیں ہیں اک سجدہ شبیری، اک ضرب ید الٰہی (حضرت علی کی جنگ)۔ اس شعر کے مطابق یہ نظریہ نہ قرآن حکیم کے احکامات وتعلیمات میں سے ہے اور نہ ہی سنت پیغمبر اکرم یا اسوہ نبوی میں ہے۔ اللہ نے جب اسلام کی تعلیمات واحکامات کی تکمیل کا اعلان فرمایا تو اس وقت سجدہ شبیری نام کی کوئی چیز دامن اسلام میں نہ تھی یہ شعر اگر اقبال کا ہے یا جس کا بھی ہے اس کے مطابق قرآن وسنت نبیؐ اسلام میں شامل نہیں ہیں۔ یہ شعر خیانت وکفر والحاد کے کئی لفافوں میں پیش کیا گیا ہے گویا حضرت محمد، علی، فاطمہ زہراء، دیگر مہاجرین وانصار اور امام حسن کے سجدوں کی کوئی قیمت وارزش نہیں نیز میدان کربلاء میں خود امام حسین اور آپ کے عزیزان وانصار کی ضربتوں کی بھی کوئی قیمت نہیں ہے۔

شاعر کے نزدیک قرآن وسنت تو اسلام میں ہیں ہی نہیں، اگر آپ اس سچ کو مان لیں کہ اسلام دراصل احکامات وتعلیمات قرآن وسنت پیغمبر اکرم کا نام ہے تو پھر ہم سب مسلمانوں کو قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنا پڑے گی۔ لہٰذا شاعر نے لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل سے روکنے کیلئے ایسی بات کو دامن اسلام کی زینت بنایا کہ صرف اس کا ذکر ہی کافی ہے عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ہی اشعار کی پیروی کی وجہ سے امت مسلمہ گمراہی وبے دینی کے دلدل میں دھنستی چلی جارہی ہے، اسی لئے قرآن کہتا ہے **"شاعروں کے پیروکار گمراہ ہوتے ہیں"**۔ (الشعراء:۲۲۴)

ان کے چند اشعار ایسی روایات سے مستند ہیں جو عقل کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کے بھی خلاف ہیں اسی طرح علم روایت یا علم حدیث کے بھی منافی ہیں ان میں سے دو تین شعر ہم بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ جو اسلامی اصول ومبانی کے منافی ہیں جیسے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق — عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

از کتاب اقبال بر آستانہ شاہ ولایت حضرت علی

مرسل حق کرد نامش بوتراب — حق ید اللہ خواند در ام الکتاب

فیلسوف وشاعر مشرق نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ام الکتاب میں علی کو ید اللہ کہا ہے ہمارے پاس تین کتابیں "ام الکتاب" کے نام سے پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک تک علامہ کی رسائی نہیں ہے اسے کتاب اثبات یا لوح محفوظ بھی کہا جاتا ہے وہ کیا ہے اس کے بارے میں کسی کو علم نہیں۔

﴿یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ﴾ (رعد:۳۹)

دوسری کتاب سورۃ العمران کی آیت ۷ ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ میں آیات محکمات کو کہتے ہیں یعنی وہ آیات جن کی دلالت واضح وروشن ہے آیات محکمات میں اللہ نے اپنے سے ہر قسم کے جسم و جسمیات کورد کیا ہے فرمایا ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ لہذا علی کو ید اللہ، وجہ اللہ کہنا ان آیات سے متصادم ہے۔

تیسری کتاب اسماعیلیوں کی کتاب ہے جس تک عام لوگوں کی رسائی نہیں ہے شاید علامہ نے اس کتاب میں یہ دیکھا ہوگا۔

(مولانا روم)۔کوکب دری باب سوم

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب　　　　باز گرداند ز مغرب آفتاب

یعنی جو شخص جہاں میں بوترابی کا مرتبہ پاتا ہے وہی آفتاب کو مغرب سے پلٹا سکتا ہے۔علامہ اقبال جدید علوم پر عبور و تسلط رکھتے تھے اور مدرس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ان کے دور میں علم فلکیات کے سر جیمیس اپنے انتہائی نکتے پر پہنچ چکے تھے۔بطلیموس کا نظریہ باطل ہو کر سپر د تاریخ ہو چکا تھا۔منظومہ شمسی کو ایک دھاگے کے اندر دُرر (موتی) کی مانند ہونے کی وجہ سے منظومہ کہتے ہیں جس کے کسی حصے میں خلل پورے نظام شمسی میں خلل کا سبب بنتا ہے چنانچہ رب العالمین نے اس کو علائم قیامت میں گنا ہے یعنی اس کے بعد دنیا قابل زندگی نہیں رہے گی۔حضرت علی کے نماز ختم کرنے تک کیسے سورج کو پلٹا کے رکھا گیا اس سے بڑا معمہ یہ ہے کہ نظام ہستی میں کوئی تغیر بھی نہ آیا؟ اتنا بڑا حادثہ کرہ ارضی پر برپا ہوا لیکن اس کے ناقلین کی تعداد صرف دو افراد تک محدود ہوگئی اگر دنیا کو پتہ نہ چلا تو کم از کم تمام اہل مدینہ اس کے شاہد ہوتے جس طرح چاند گرہن اور سورج گرہن کا ایک خطے کے مسلم و غیر مسلم سب کو پتہ چلتا ہے کیونکہ سورج چاند فرقوں کیلئے نہیں انسانوں کے لئے ہیں۔علامہ کا یہ شعر اس پرانے سائنسی نظریے کی عکاسی کرتا ہے کہ زمین اپنی جگہ مستقل ہے اور سورج اس کے گرد گردش کرتا ہے اس لئے سورج کو پلٹایا گیا جبکہ علامہ کے دور میں یہ ثابت ہو چکا تھا کہ سورج نہیں بلکہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

۱۔انسان مٹی سے پیدا ہوا، وہ مولود مٹی ہے نہ کہ مٹی کا باپ۔

۲۔مٹی کے باپ ہونے اور سورج کو پلٹانے میں کوئی ربط نہیں ہے۔

۳۔سورج مرکز ہے اور زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔اوقات نماز زمین کی گردش کرنے سے بدلتے ہیں نہ کہ سورج کی گردش کرنے سے۔

ان چند بیتوں کو دیکھنے کے بعد ہمیں علامہ بزرگوار کیلئے کہے جانے والے دو القاب کا تجزیہ کرنا آسان ہوگا جہاں آپ کے القابات میں سے ایک ''فیلسوف مشرق'' یعنی مشرق زمین کے حقیقت جو و حقیقت تلاش اور مسائل کے تہہ و گہرائی میں غوطہ کرنے والے جبکہ دوسرا لقب ''شاعر مشرق'' ہے جب عمود فکری وہم و خیالات اور تصورات پر قائم ہو تو وہ بزرگوار کیسے حقیقت کے دائرے میں رہ سکتے ہیں لہٰذا ان کا یہ شعر بھی اسی شعری ستون پر قائم ہے۔ہمیں یہاں علامہ موصوف پر تنقید نہیں کرنی بلکہ خود شعر کے بارے میں وضاحت کرنی ہے یعنی کسی بھی حقیقت جو کیلئے مناسب و سزاوار نہیں وہ شعر گوئی کے ذریعے حقائق کو درک کرے۔

بائے بسم اللہ اور ذبح عظیم:

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر　　　　معنی ذبح عظیم آمد پسر

یہ روایت حضرت علی سے منسوب کر کے ان پر افترا باندھا گیا ہے جہاں حضرت علیؑ نے فرمایا [انا نقطة تحت الباء] ''میں بائے بسم اللہ کا نقطہ ہوں'' یہ شبلی صوفی کا کلام ہے۔اس کا ذکر قدیم کتب تفاسیر میں نہیں ملتا! اگر مل بھی جائے تو یہ ایک بے معنی بات ہے کیونکہ ماہرین علوم لغات کا کہنا ہے جن حروف سے کلام بنتا ہے وہ اپنی جگہ دو قسم کے ہیں۔

۱۔حروف مبانی: انہیں حروف تہجی بھی کہتے ہیں اور ان حروف کا کوئی معنی نہیں بنتا۔

۲۔حروف معانی: ان حروف سے بھی بطور استقلال کوئی معنی اخذ نہیں کیا جا سکتا جب تک یہ کسی کلام میں استعمال نہ ہوں۔

مذکورہ بالا دونوں اقسام سے ظاہر ہوتا ہے ان دونوں صورتوں میں حروف سے کوئی معنی اخذ نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ کہ بذات خود حرف کو آدھا کر کے اس کے ایک حصے کو اپنے مدعا کیلئے پیش کیا جائے مثلاً ''ب'' کو تنہا حروف تہجی میں گنا جائے تو یہ بے معنی ہے۔اگر نقطے کے اوپر موجود علامت کو ہٹایا جائے تو نکتے کا کسی

بھی حوالے سے کوئی معنی نہیں بنتا۔بتائیں اس روایت کا کیا حشر ہوگا؟۔

علامہ اقبال نے اپنے شعر کے ایک ہی بیت میں حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسین کیلئے الگ الگ صفت بیان کی ہیں ،شعر کے پہلے مصرے میں حضرت علی کو باءِ بسم اللہ کا لقب دیا ہے اور دوسرے مصرع میں امام حسین کو ذبح عظیم کہا ہے۔قانون الٰہی میں ہمیشہ موجود ادنیٰ و پست 'عالی' کی بقا کیلئے فدا ہوتا ہے چنانچہ گراں قدر جواہرات، سونا، چاندی کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں وہ انسان کی بقا اور نجات کیلئے فدا ہوتے ہیں ۔بعض اوقات بادشاہان اور سربراہان مملکت پوری سلطنت چھوڑ کر جان کی خاطر خالی ہاتھ نکل پڑتے ہیں۔

ہزاروں ٹن نباتات انسان کی غذا بنتی ہے۔ایک ہی ملک میں لاکھوں حیوانات انسانوں کی غذا بنتے ہیں لیکن عقل اور دین اسلام میں ایسا کوئی حکم کہیں نہیں ملتا کہ انسان کو کسی دوسرے انسان کی جگہ خود کو قربان کرنا چاہیے کیا شریعت اسلامی اس کی اجازت دیتی ہے اس کا کوئی مصداق ملتا ہے؟ لہٰذا کہتے ہیں انسان دوسرے کو تقیہ کی حالت میں مار پیٹ اور اس سے چھینا جھپٹی کر سکتا ہے لیکن خود کو بچانے کیلئے دوسرے کو مار دے، یہ عقل و شرع دونوں میں جائز نہیں۔آیات کریمہ سے یہ مطلب ثابت نہیں اور نہ ہی یہ انبیاء و مرسلینؑ، اہل بیت و اصحاب کرام میں سے کسی کی سنت ہے کہ کسی نے کسی کو بچانے کی خاطر کسی انسان کو قربان کیا ہو:

۱۔محققین و مفسرین نے گوسفند کو ہی فدیہ قرار دیا ہے جسے اس کی تعداد اور تسلسل کی وجہ سے ذبح عظیم کہا گیا ہے۔(صافات ۱۰۳ تا ۱۱۰)

۲۔کوئی معدوم یا غیر موجود، موجود کیلئے فدا نہیں ہوتا ایک انسان جس نے کسی دوسرے انسان کو یرغمال بنایا ہو، اسے کہیں "آپ اس کو چھوڑیں میں اس کے بدلے میں اپنی تیسری نسل کا بچہ دوں گا" کیا اسے کوئی قبول کرے گا یا اس کی کوئی گنجائش ہے؟۔

۳۔قرآن میں ارشاد باری تعالی ہے ہم نے اسماعیل کا فدیہ دیا، اگر اس فدیہ سے مراد امام حسین ہیں تو بتائیں جب امام حسین کا وجود نہیں تھا تو فدیہ کون تھا؟۔

۴۔ایک اور آیت میں فرماتے ہیں ہم نے اس فدیے کو جاری رکھا ہے جس سے معلوم ہوا یہ ایک فدیہ نہیں بلکہ یہ تسلسل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک روئے زمین پر ملت ابراہیم پر کوئی باقی ہو:

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ﴾ "اور بعد کی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔"(صافات ۱۱۹)

کیا اسلام کے مصادر و مآخذ اوہام و خیالات شعراء ہیں اور جو وہ کہیں وہی اسلام ہے۔وہ جھوٹ بولیں، حقائق کو تہہ و بالا کریں، اس میں آزاد ہیں۔کیا اسلام میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے:

۱۔کیا اسلام کے دامن میں صرف ضربت لگانا ہے؟

۲۔نماز، روزہ اور حج نہیں ہے؟

۳۔زکوۃ و انفاق نہیں ہے؟

۴۔امر بالمعروف و نہی از منکر نہیں؟

۵۔تعلیم و تربیت نہیں؟

۶۔مومنین و مومنات کو آپس میں موالات کا حکم نہیں؟

۷۔میاں بیوی، اولاد و والدین اور بہن بھائیوں کے حقوق نہیں؟

۸۔مرتکبین جرائم و موبقات کے لئے سزائیں نہیں؟

۹۔ضربت تنہا ضربت علی نہیں ہے امام حسن اور خود امام حسین کی بھی ضربتیں ہیں۔محمد بن حنفیہ، حضرت حمزہ کی بھی ضربتیں ہیں، زبیر بن عوام کی بھی ضربتیں ہیں، زید بن حارثہ کی بھی ضربتیں ہیں اسی طرح طلحہ بن عبداللہ کی بھی، عبدالرحمٰن بن عوف اور خالد بن ولید کی بھی ضربتیں ہیں ۔

۱۰۔کیا اقبال کو نماز پڑھنے والوں کے سجدے، رسول اللہ کا سجدہ، امیر المومنین کا سجدہ، فاطمہ زہراء کا سجدہ، وفادارانِ اسلام ابوبکر، عمر، عثمان، کے سجدے، طلحہ، بلال اور مسجد نبوی میں نبیؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کے سجدے، حجت الوداع میں آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کے سجدے دکھائی نہیں دیتے، یہ کون سا

سجدہ ہے جو علامہ نے امام حسینؑ کے لئے مختص کیا ہے جبکہ امام حسینؑ کی تاریخ میں کسی ایسے سجدے کا ذکر نہیں آیا ہے۔

اقبال اور خودی:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے　　　　خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

محترم جواد آپ نے اپنی اس تحریک کی فکر کو علامہ اقبال کی بنیادی فکر سے جوڑا ہے اور ان کے نظریہ خودی کو اہمیت دی ہے۔ آپ نے اپنے مجلے میں اس موضوع کو جاری رکھا ہوا ہے نیز آپ اس کی تفسیر بھی کر رہے ہیں۔ آپ کی تفسیر و تشریح کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے تحریک آمیز استقلال آزادی اور جمود دونوں کو خودی سے جوڑا ہے یہاں جب تک خودی واضح نہیں ہوتی ہے مسئلہ اسی طرح رہ جاتا ہے۔ یہ خودی کیسے حاصل کریں، خود اس خودی کا مصدر و ماخذ قرآن کی کس آیت سے بنتا ہے۔ اسی طرح یہ نبیؐ کریم کے کس فرمان سے ہے۔ اگر اس کا مصدر حدیث ''من عرف نفسہ'' ہے تو کیا آپ نے اس کی سند کو خود دیکھا تھا یا کسی کی توثیق پر اکتفاء کیا تھا۔ یہاں اکثر و بیشتر کا اسرار ہے کہ انسان کا اندر اچھا ہونا چاہئے لیکن یہ وہی فرقہ مرجئہ کی فکر ہے جو فاسقین اور مجرمین کے گناہوں کو چھپانے کیلئے بنایا جانے والا فرقہ ہے۔ قرآن کی آیات، نفس سے پہلے بیرون آسمان و زمین کی طرف دعوت دیتی ہیں، اس خودی کی عمق و گہرائی میں آیت اللہ آملی پہنچے ہوں گے دوسرا شاید آپ خود اسے حاصل کرنے کے بعد کسی نتیجے پر پہنچے ہوں۔

محبت رسولؐ ہی شریعت ہے:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　　　وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست　　　　اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

ہے کہ تھا نوح کو طوفان میں سہارا تیرا ہے　　　　اور براہیم کو آتش میں بھروسہ تیرا

یہ اشعار عقیدہ تناسخ کے ترجمان ہیں یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی تحریف ہو نہیں سکتی، شریعت کو شریعت لانے والے کی محبت میں جام کریں۔ قرآن کریم نے اس سے منع کیا ہے یہ شریعت کو معطل کرنے والے صوفیاء کی منطق ہے، یہ تمہید تنسیخ شریعت ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیاء سے غلو سے منع کیا ہے، قرآن کریم میں محبت مختص باللہ ہے اس لئے آیت میں ہے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو یہاں پر یہ نہیں فرمایا مجھ سے محبت کریں۔

علامہ اقبال کی کارل مارکس کے بارے میں رائے:

نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب

علامہ اقبال نے نظام سرمایہ داری کو کتاب ارمغان حجاز میں مسترد کیا اور کارل مارکس کی تعریف کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے وہ موجودہ اصطلاح کے مطابق ترقی پسند طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اقبال کارل مارکس کے بارے میں کہتے ہیں وہ نبی تو نہیں لیکن کتاب رکھتے ہیں کتاب یعنی نظریہ اشتراکیت۔ لیکن ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں، علامہ اقبال نبی تو نہیں تھے لیکن شاعر ضرور تھے اور قرآن میں شاعروں کی پیروی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں میں یہ نہیں کہتا کہ میں علامہ اقبال سے زیادہ جانتا ہوں یا میرا علم ان سے زیادہ ہے لیکن مجھے ان کے کلام سے سمجھ میں نہ آنے والی باتوں کے بارے میں سوال کرنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا۔

شہادت مقصد حسینؑ:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن　　　　خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

گریز دوز صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست　　　　کسے کہ کشتہ نشد از قبیلہ ما نیست

یعنی امام حسینؑ کا مدینہ سے مکہ، مکہ سے کوفہ کی طرف بڑھتا یہ کاروان شہادت طلبی کے لئے تھا۔ علامہ نے اس کے ثبوت میں یہ استدلال پیش کیا ہے کہ یہی منطق تمام شعراء فارس و ہند ہے اور یہی فکر اقبال کی ہے یعنی امام حسینؑ جان دینے کے لئے ہی تشریف لئے گئے تھے اس کے علاوہ جان دینے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

اس منطق کو آپ علامہ سے اخذ کریں یا کسی اور سے، اسے قرآن اور سنت کے سانچے سے گزارنا ہوگا، آیا قرآن و سنت محمدؐ میں کوئی باب ہے کہ انسان نے جان ہی دینا ہے یا کسی مقصد کے حصول میں جہاد و قتال کے راستے میں جان دینے میں اجر ہے۔ کیا جہاد و قتال سے ہٹ کر شہادت بذات خود ایک فضیلت رکھتی ہے اس کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں ملتا۔ لبیک یا حسین ھیھات کا نعرہ بلند کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

کسی مقصد کے حصول کیلئے مقابلے اور مزاحمت میں قتل ہونے یا کسی اجتماع کی بقاء کے لئے جان دینے کیلئے کلمہ شہادت تطبیق ہوسکتا ہے لیکن قتل ہونا بذات خود مقصود و مطلوب عقلاً نہیں ہوسکتا۔ ایسے قتل کو خودکشی سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ کونسے امتیازات ہیں کہ یہ مقصود و مطلوب مومن ہوں؟۔ قرآن کریم اور نبیؐ کریم کے فرمودات میں ایسا کوئی جملہ نہیں ملتا سوائے من گھڑت غلات کے کلمات کے۔ یہ جو کہتے ہیں امام حسین کا مقصد ہی شہید ہونا ہے۔ یہ امام حسین کی اہانت و جسارت ہے۔ حسین جیسی ہستی ایسا اقدام نہیں کرسکتی۔ یہ بات اس فکر کو تقویت دیتی ہے جسے قاضی ابوبکر ابن عربی نے اٹھایا ہے۔ یہاں یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے حسین نے ارادۂ اقامۂ حق کیا ہے اور اس سلسلے میں وہ طریقہ طبیعی سے گزرے ہیں لیکن اس کے بدلے میں ایک تفسیر غیر معقول و غیر شرعی کو اس کے مقام پر جاگزیں کیا گیا ہے۔

علامہ اقبال کا یہ مصرع اپنے لغوی معنی اور اصطلاحی دونوں کے لحاظ سے جو معنی و مطلب علامہ نے اخذ کئے ہیں سے اجنبی ہے۔ شہادت کا معنی حاضر و گواہ ہے۔ قرآن کریم میں مقتول بدست دشمن کو بھی شہید نہیں کہا گیا۔ ممکن ہے کوئی میدان جنگ میں قتل ہوجائے لیکن اسے مقررہ اجر و ثواب حاصل نہ ہو۔ قرآن کریم میں انسان مسلمان کے قتل کو بنیاد نہیں بنایا گیا بلکہ میدان میں کلمۂ اسلام کی سربلندی و غلبۂ حق کیلئے نکلنے، پہلی فرصت میں غلبہ بر دشمن اور دوسرے مرحلے میں اس راہ میں استقامت دکھاتے ہوئے قتل ہونے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آیت ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ﴾ (سورہ توبہ:۵۲) میں آیا ہے۔ لیکن سیکولروں نے اس کلمہ کو ہر کاذب ملحد اور رفاسق و فاجر کے لئے استعمال کیا ہے۔ اب تو کلمہ شہید پر مقدمہ لڑا جاتا ہے۔ فرض کریں طالبان اس کے حق دار نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے اس ملک کے شہریوں اور فوجیوں کو قتل کیا ہے، تو دوسری طرف کیا اس ملک کو سیکولر بنانے اور مغرب کے حوالے کرنے والے کیا اس کے سزاوار ہیں، یا ملک کو سوشلزم، کمیونزم اور اسماعیلزم بنانے والے اس کلمہ کے حق دار ہیں۔

بہت سے صاحب نظریہ افراد کا کہنا ہے دشمنان امام دو گروہوں میں منقسم ہوتے ہیں۔

۱۔ جنہوں نے امام حسین کو بہ حیثیت ایک فرد نشانہ بنایا جس میں لشکر عمر سعد، سنان بن انس، شمر بن ذی الجوشن شامل ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ جنھوں نے مقصد حسین کو قتل کیا ہے۔

دوسری طرف علامہ نے اتنی نبوغ فکری کے حامل ہوتے ہوئے اپنے شعر کے مطالب و مفاہیم انیس و دبیر سے لئے ہیں۔

سر سل حق کو وہ ناش بوتراب | حق خود خواندہ ورا ام الکتاب

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب | باز گرداند ز مغرب آفتاب

نماز عشق حسینی حجاز ہے گویا | یہی نماز خدا کی نماز ہے گویا

یہاں علامہ نے نماز کو عشق قرار دیا ہے اور صرف حسین کی نماز کو نماز الٰہی کہا ہے:

۱۔ حسین سرور کائنات حضرت محمدؐ سے بالاتر ہستی نہیں، اسی طرح نہ کوئی اور فضیلت میں حضرت محمدؐ سے برتر ہے۔

۲۔ نماز عشق نہیں بلکہ نماز اللہ کی عبادت و اطاعت و بندگی ہے۔ اکثر و بیشتر نماز گزار عشق کیلئے نہیں بلکہ اطاعت الٰہی کے لئے نماز پڑھتے ہیں جبکہ بہت سے عشق کے مدعی نماز نہیں پڑھتے۔

۳۔ عشق اسلام میں داخل کردہ خرافات میں سے ہے یعنی یہ کلمہ قرآن اور سنت رسولؐ میں نہیں ہے عشق کو شریعت کے مقابل میں گنا گیا ہے یعنی یہ شریعت کا حریف و رقیب ہے۔

۴۔ہر چیز کی حدود ہوتی ہیں بتائیں عشق کی کیا حدود ہیں۔

انکار از بیعت:

سر داد نہ داد دست در دست یزید　　　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

برصغیر کے اکابر عمائدین ،شعراء وخطباء کا محور شعر وخطاب کے عنوان کلام میں آیا ہے قیام امام حسین کا لب لباب انکار بیعت یزید تھا چنانچہ اس کے لئے یہ شعر پیش کرتے ہیں ،حالانکہ اس شعر کے دونوں مصرے غلط اور بے بنیاد ہیں کیونکہ لا الہ کی بناء نہ محمدؐ سے ہے نہ حسین سے ہے۔یہ فکر تاریخ اسلام میں ابتداء بعثت سے لے کر وفات رسولؐ اور اس کے بعد سے خلافت امیر المومنین تک کسی جگہ سننے میں نہیں آئی۔قرآن وسنت اور خود کلام امیر المومنین میں اسکی کوئی فضیلت ذکر نہیں ہوئی بلکہ یہ فکر خوارج ہے جس کی بنیاد پر انہوں نے علی کو کافر قرار دیا تھا یہ فکر نواصب ہے ان کے بعد کسی دور میں اس کا ذکر نہیں آتا۔حضرت علی خود اپنے سے پہلے تین خلفاء کی بیعت میں تھے امام حسین معاویہ کی بیعت میں تھے۔دین اسلام اور شریعت قرآن ومحمدؐ کو چھوڑ کر ہم کسی شاعر کی غزل کی پیروی نہیں کر سکتے۔

ہم علامہ جواد بحیثیت تخصص وتبحر شناخت علامہ اقبال ان سے درخواست کرتے ہیں چونکہ ہماری قیادت عسکری وسیاسی وثقافتی کا اصرار ہے وہ اس ملک میں علامہ اقبال کے اسلام کو نافذ کریں گے۔ اگر اسلام کے بارے میں ان کا نقطہ نظر اقبال کا اسلام اور آپ کے نقطہ نظر دونوں ایک ہی ہیں تو آپ حکومتی اقدام سے اختلاف نہ کریں ،بلکہ ان کی تعریف کریں اور ان کا ساتھ دیں۔لیکن اگر آپکے اور انکے نظریات مختلف ہیں تو براہ کرم اس مختلف صورت کو پیش کریں۔

الغرض اقبال ہمارے چودھویں صدی کے نبی نہیں تھے کیونکہ ہماری نبوت حضرت خاتم الانبیا محمدﷺ پر ختم ہوئی ہے۔ہم نے اسلام کو علامہ اقبال سے نہیں لیا۔ایسا نہیں کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہی ہمارا مصدر ومنبع اصول وفروع ہے،وہی ہماری تاریخ ہے،وہی ہمارا اخلاق اور ہماری سیاست ہے۔

ہمارا یہاں علامہ اقبال پر کسی تحقیق کا ارادہ نہیں ہم نے نہ ہی انھیں پیغمبر بنانا ہے اور نہ ان کی تنقیح وتذمیم کرنی ہے۔اسی طرح نہ ہی ان کے پاکستان کے بارے میں نظریات کا احاطہ کرنا ہے ہم چونکہ مولوی ہیں اس لئے اپنی دینی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔

عصمتِ آئمہ:

بارہ اماموں کی خصوصیات میں سے ایک انکا معصوم ہونا ہے۔فرقہ اثناعشری کا کہنا ہے معصوم چودہ ہیں۔محترم آیت اللہ بہاؤالدین سے منسوب نقل میں آپ نے فرمایا ہے معصوم چودہ سے بھی زیادہ ہیں۔اسی طرح یہ تعداد اسماعیلیوں کے ہاں شاید پچاس (۵۰) کے قریب پہنچی ہے۔بلکہ صوفیوں کے ہاں اس سے بھی زیادہ ہے۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے:

۱۔معصوم بننے کے بعد امکانِ عصیان باقی رہتا ہے تو عصمت کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں بنتا،کیونکہ کسی فرد کی ایک غلطی ایک عالم اور ملک وملت کو تباہ کر سکتی ہے۔ضروری نہیں کہ وہ بار بار غلطی کریں۔اگر عصیان نہیں کر سکتا تو یہ صفات حمیدہ میں شمار نہیں ہوگا۔کیونکہ گناہ کی قدرت نہ رکھتے ہوئے گناہ نہ کرنا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔یہ تو ایک گونگے کی اس صفت کی طرح ہے کہ وہ کسی کو گالی نہیں دیتا کیونکہ اس میں بولنے کی طاقت ہی نہیں ہوتی۔

۲۔یہ عصمت آئمہ کے اندر کیسے پیدا ہوتی ہے؟ انکی سرشت میں ہے،انکے خلیہ میں ہے یا انکی روح میں پھونکی جاتی ہے؟

۳۔اللہ کی ضمانت ہے،اللہ وحی کے بغیر حکم نہیں دیتے۔اسی طرح نہ کوئی وحی میں اضافہ کر سکتا ہے اور نہ اسے کم کر سکتا ہے۔اس صورت میں ان پر نزولِ وحی ہونا ضروری ہے جبکہ نزولِ وحی کا سلسلہ نبیؐ کریم کے بعد منقطع ہو گیا ہے۔

۴۔معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام گناہ اور غلطی کرتا ہے لیکن رعیت وامت ان سے استفسار نہیں کر سکتی،وہ کسی قسم کا اعتراض نہیں کر سکتے۔جیسے اسماعیلی کہتے ہیں،اور اثناعشری آج کل اپنے مجتہدین اور قائدین کے بارے میں کہتے ہیں۔براہ کرم اس کی وضاحت فرمائیں چونکہ ہمیں مطعون کیا گیا ہے کہ فلاں عصمت کے منکر ہیں۔

آئمہ کیلئے شرط عصمت اقنوم مسیح کی مانند ہے۔کیونکہ یہ بھی عقائد اقنوم کی مانند تحلیل نہیں ہو پا رہی۔یہ کیسے کب اور کہاں سے ان میں پیدا ہوتی ہے۔انبیاء کے بارے میں عصمت واضح ہے کہ وہ تابع وحی ہیں وہ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ چونکہ وحی غیر از نبی میسر نہیں تو عصمت کیسے آ سکتی ہے۔اسی وجہ سے

آپ حضرات عصمت کے بارے میں سوالات کرنے والوں پر اسکی تحلیل کرنے کی بجائے عصاء ارتداد چلاتے ہیں۔ اسی طرح عصمت کی شرط ایک قسم کی بدنیتی پر مشتمل ہے۔ جب آپ کہتے ہیں ہم تابع معصوم ہیں اور کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کرسکتے، اسی لئے اولوالامر کو معصوم گردانتے ہیں۔ لیکن معصوم کے دور کے خاتمے نے یا اس تک رسائی نہ ہونے کی صورت نے لادینیوں کیلئے دروازہ کھولا ہے۔ کیونکہ انسان کا کسی حکومت میں رہنا ناگزیر ہے یہاں آپ نے مسلمان دینی جماعتوں کے مقابل میں سیکولرزم اور الحادیوں کو ترجیح دی ہے۔ حالانہ جب آپ کو معصوم میسر نہیں تو آپ ایک عادل مسلمان کی بات کرسکتے تھے۔

شعار نظام امامت:

آپ کے شعار میں سے ایک نظام امامت ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے ساتویں صدی میں علامہ حلی نے اپنی کتاب نہج الحق میں ۳۲۵ آیات متشابہات پیش کیں اور انہیں روایات ضعیف و مبہم اور متشابہ سے استناد کیا تھا۔ انہیں عصر حاضر میں محترم عراقی اور سید علی میدانی نے ۳۰۰ آیات تک پہنچایا ہے۔ جبکہ امام خمینی نے اپنی کتاب حکومت اسلامی صفحہ ۲۶ پر نظام امامت کے لئے محکم صریح آیات کے ہونے سے انکار کیا ہے، اور حکومت اسلامی کو ضرورت عقلی سے استناد کیا ہے۔

کہتے ہیں یہ ذمہ داری اللہ پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ معاشرے کیلئے ایک امام تعین کرے، اسے امام منصوص کہتے ہیں۔ یہاں علمائے شیعہ اور اسماعیلی اختلاف رکھتے ہیں۔ اسماعیلی کہتے ہیں یہ تنصیص ہر دور میں ہوتی ہے، اسے کسی تعداد میں منحصر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ امام قیام قیامت تک ہونگے، ابھی تک انکے چالیس پچاس امام گذر چکے ہیں۔ انکا کل دین امام ہے، ان کے پاس امام کے ہونے کے بعد دین و شریعت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے کئی بار تعطیل و تنسیخ شریعت کا اعلان بھی کیا ہے۔ ابھی بھی انکے پاس شریعت معطل ہے۔ اس تعطیل کے بعد امام کی ضرورت کیوں ہے یہ بات قابلِ تحلیل و تجزیہ ہے۔

انکے مقابل ایک اور فرقہ ہے جو تنصیص میں اسماعیلیوں کے ساتھ مماثل ہے لیکن ان کا آپس میں اختلاف اماموں کی تعداد پر ہے۔ کتاب اصول کافی جو جامع اصول و فروع شیعہ اثناعشری ہے کے باب الحجۃ میں ایک حدیث میں اماموں کی تعداد ۱۱ دوسری حدیث میں ۱۲ جبکہ ایک اور حدیث میں ۱۳ بتائی گئی ہے۔ جبکہ یہ تعداد شریعت کی ہدایت کیلئے ناکافی ہے۔ ناممکن ہے کہ ایک وسیع و عریض دنیا کو ایک امام معصوم سے چلایا جائے، اس حوالے سے یہ امامت عرض کیلئے ناکافی ہے جبکہ طول میں اسکا دور ۲۶۰ ہجری تک تھا۔ بعض علماء مثلاً آیت اللہ غریفی اور نجفی نے روایات امام "خلیفہ اثناعشر" صحیح مسلم سے استناد کیا ہے۔ سنیوں کو امامت سے جبکہ شیعوں کو خلافت سے چڑ ہے۔ اس صدی کے محقق علامہ عسکری کو کلمہ خلیفہ سے بہت چڑ تھی۔ چنانچہ آپ نے شیعہ اور سنی کو دو مدرسہ مدرسہ امامت اور مدرسہ خلافت کے نام سے تقسیم کیا ہے۔

اس حوالے سے یہ امامت بلا جواز ہے۔ دوسرا اس نظام امامت میں دو مرحلوں پر اس امامت کو شریعت سے ٹکرانا پڑا جہاں اس میں تین امام نابالغ آئے ہیں جو دین و شریعت اور عقل سے متصادم ہے چونکہ بلوغت کا ہونا تمام تکالیف شرعی میں بنیادی شرط ہے۔ حتیٰ انکے پسندیدہ سلسلہ امامت فاطمی بھی نابالغ کی امامت کو درست نہیں مانتے کیونکہ وہ امامت کے امور چلانے سے عاجز و قاصر تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے نابالغ اماموں کے دور میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ کو ان کے بالغ ہونے تک تمام اختیارات سپرد کئے۔ اس سے اگلی رکاوٹ ایک امام کا غیر معینہ مدت کیلئے غیبت میں جانا ہے۔ کیونکہ کلمہ امام اور غیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں، امام حضور میں ہونے اور آگے ہونے کو کہتے ہیں جبکہ غیاب اس دنیا میں وجود کا نہ ہونا ہے۔ اسے ہم کسی بھی حوالے سے امام نہیں کہہ سکتے۔ دوسرا امام کا غیبت میں جانا رعیت کو بھیڑیوں کے حوالے کرکے جانے کے مترادف ہے، وہ بغیر کسی کو ذمہ داری سونپے انہیں درندوں کے سپرد کرکے چلے گئے ہیں جو بعد میں چنگیز، ہلاکو اور لوئیس نواں (۹) بادشاہ فرانس کی صلیبی جنگوں کا شکار ہوئے اور ابھی بھی برطانیہ اور امریکہ کے آگے گلۂ گوسفند بنے ہوئے ہیں۔

آپ نے گیارہ سو سال سے زائد لوگوں کو دھوکہ، فریب اور جھوٹے وعدہ میں جکڑ کر رکھا ہے۔ آپ نے امام کو کسی جلسہ میں آنے والے مہمان خصوصی سے تشبیہ دی جہاں اسکی متوقع آمد کے بارے سیکرٹری صاحب اعلان کرتے ہیں، وہ بس قریب پہنچنے والے ہیں، بس ابھی پہنچتے ہیں ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے یا راستے میں ایکسیڈنٹ ہوا ہے یا حکومت نے روک کے رکھا ہوا ہے۔ آپ اس قسم کے اعلانات کرتے آئے ہیں۔ امامت اثناعشری کے قائلین چند ین پہاڑوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ شاید اسی لئے آیت اللہ بہاؤالدین نے فرمایا ہمارے پاس معصوم بارہ تک محدود نہیں بلکہ کہیں زیادہ ہیں۔

چنانچہ آج ہمارے مدارس و حوزات کے فارغ التحصیل اور اعلیٰ پائے کے حامل استاد اور فقہاء ایک آیت پر نہ ایک گھنٹہ بول سکتے ہیں اور نہ پانچ صفحات

لکھ سکتے ہیں بلکہ الٹا سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ کر مسترد کرتے ہیں۔ وہ اپنی رٹی ہوئی روایت کی سند پیش کرنے سے عاجز و قاصر رہتے ہیں چہ جائیکہ اس کے متن پر بحث کریں۔

قرآن کریم میں اس نظام امامت کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا جسکی تفصیل آپ نے بیان کی ہے ہاں غالیوں کی غلاظت گویاں، جو کتب میں بھری گئی ہیں، ان میں یہ موجود ہے۔ قرآن و سنت میں منظمات طولی و عرضی میں ایک لائق اور صالح فرد کا انتخاب ملتا ہے لیکن یہ طریقہ علمائے اعلام اور ان کے جیالوں کی نظر ہو گیا ہے کیونکہ یہ ان کے مفادات سے ٹکراتا ہے۔ چنانچہ جہاں بھی کسی شعبے میں بھی جو نصب ہیں تو وہ سیکولروں کے کارندے ہی ہیں۔ حضرت علی نے اپنے چار سالہ نظام حکومت میں بھی اس نظام کو متعارف نہیں کروایا جسے آپ پیش کرتے ہیں، امام خمینی نے بھی اپنی حکومت میں ایسا کوئی نظام متعارف نہیں کروایا، معلوم نہیں ہو پا رہا کہ آپ اور یہ عمائدین کہاں سے یہ بات کر رہے ہیں۔

امت میں عدالت اور آزادی، حریت و مساوات جیسے دلکش نام آتے ہیں جو ہمیں نظام حکومت علی بن ابی طالب میں ملتے ہیں۔ آپ نے حکومت ملتے ہی اعلان کیا:

”واللہ لان ابیت علی حسک سعدان مسھدا او اجرفی الاغلال مصفد،احب الی من ان القی اللہ و رسولہ یوم القیامۃ ظالما لبعض العباد و غاصبا لشئیء من الحطام“

(ترجمہ) ”اللہ کی قسم مجھے سعدان کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔ یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو۔ (خطبہ:۲۲۱)

انہوں نے فرمایا ”لتبلبلن بلبلۃ و لتغربلن غربلۃ“

(ترجمہ) ”تم بری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھاننی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے۔ (خطبہ:۱۶)

فرمایا ”الا و ان امامکم قد اکتفی من دنیاہ بطمریہ ومن طعمہ بقرصیہ“

(ترجمہ) ”دیکھو تمھارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے“ (مکتوب:۴۵)

انہوں نے فرمایا یا بنی عبدالمطلب لا الفینکم تخوضون دماء المسلمین خوضا تقولون قتل امیرالمومنین الا لا تقتلن بی الا قاتلی“۔

(ترجمہ) ”اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المومنین قتل ہو گئے، امیر المومنین قتل ہو گئے، کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے کھیلنا شروع کر دو بلکہ صرف میرے قاتل کو قتل کرنا“ (مکتوب:۴۷)

حضرت علی امام کے حوالے سے فرماتے ہیں ”ان اقوای الناس لھذا الامر الاعلم اقوی“ یعنی جو جسم و علم میں دوسروں پر برتری و فضیلت رکھتا ہو۔ کیا جس نظام امامت کی منادی اور چیخ و پکار ساجد نقوی، جعفری، راجہ ناصر، حافظ ریاض، نجفی صاحب کر رہے ہیں وہ یہی نظام ہے یا یہاں قرآن اور سنت نبیؐ اور تاریخ اسلام، اخلاق اسلام اور عقائد اسلام سے ناواقف مدارس یا غضنفر تونسوی، عباس قمی کی کیسٹوں سے رٹا ہوا نظام ہے؟ محترم امامت کے فضائل و محاسن کے ترانے آپ گاتے اور ان پر رقص کرتے ہیں لیکن آپ نے تمام سنیوں پر لعنت بھیجنے، متعہ اور خمس کی لوٹ مار کے علاوہ کیا کیا ہے۔ کیا اس ملک میں کھلی اور واضح لوٹ مار، عریانی و فحاشی اور برائیوں کے انسداد کے حوالے سے آپ کے پاس کوئی ایجنڈا ہے سوائے دھوکہ دہی کے۔

نظام ازدواج میں خلل کی وجہ سے اس ملک کی بربادی کے علاوہ فحاشی، عریانی اور قتل و غارت کو فروغ ملا، کیا آپ حضرات اس حوالے سے اماموں کے نمونہ ازدواج کو سامنے لائے ہیں اس کے مصادیق ازدواج کی طرف توجہ دلائی یا اسکے برعکس مغربی و بین الاقوامی ادارے کی طرف سے عائد شرائط کے ذریعے قرآن اور سنت محمدؐ اور سیرت ائمہ کے خلاف ناقابل برداشت کی شرط لگا کر متعہ کو رواج دے رہے ہیں۔

پاکستان میں پہلے مرحلے میں آب و تاب سے منفرد اور بے نظیر جدید نصاب کے نام سے ایک عظیم درسگاہ کی خوشخبری دی جاتی ہے پھر اس میں کمپیوٹر نصب

کرتے ہیں اور اردو اخبار کی جگہ انگریزی اخبار آتا ہے۔ پھر ٹی وی چینل کھلتے ہیں اور پھر اس میں بے حجاب عورتوں کے مذاکرات کرائے جاتے ہیں پھر شرک وکفر کی غلاظتوں سے بھرے قصائد مدائح سنائے جاتے ہیں۔ قرآن کی جگہ طلوع اسلام آتا ہے جہاں سے پڑھنے والے طلاب باہر جا کر اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کیا نظام امامت علی میں یا پچیس سالہ دور حزب اختلاف میں آپ کا یہی کردار رہا تھا۔ حضرت عمر کی شش رکنی کمیٹی کے علی کو کنارے پر لگا کر عثمان کو خلیفہ بنانے پر آپ نے فرمایا واللہ لا اسالن ما سلمت امو ر المسلمین کیا آپ لوگ ایسی زبان رکھتے ہیں جس سے علی کا نام لیا جائے چہ جائیکہ ان کا نظام لانے کی بشارت دیں۔

شعار عدالت:

عدالت آپ کے اصول عقائد میں شمار ہوتی ہے لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی شق کو اصول دین وفروع دین میں شامل کرنے کی کیا کسوٹی ہے بہر حال اس شعار کو آپ کے مجلّہ میں زیادہ اٹھاتے نہیں دیکھا گیا شاید اسے آپ نے امام مہدی پر چھوڑا ہے، آپ از خود نوٹس لینے کی زحمت میں نہیں پڑیں گے۔ بہر حال عدالت چاہے اصول دین میں سے ہو یا فروع دین سے ہو یا امام کی ذمہ داریوں میں سے ہو یا یہ شعار خلافت علی ہو اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

خلافت علی کا آغاز اقامۂ عدل سے ہوا:

عدالت خواہی تو ہر سربراہ نے کی ہے لیکن حضرت علی کی عدالت کا احاطہ دشمنان تک محیط تھا جہاں آپ نے اپنے قاتل کے بارے میں فرمایا جس نے مجھے مارا ہے، صرف اسے ماریں، اس کے ساتھ تعاون کرنے والوں کو نہ ماریں کیونکہ قصاص النفس بنفس سے ہی ہوگا۔ دوسرا اس نے ایک ضربت ماری ہے، اسے بھی ایک ضربت ماریں۔ عدالت زندگی کے ہر شعبے تک سرایت کرنی چاہیے حتیٰ غریب وامیر کی دعوت ولیمہ میں یکسانیت ہونی چاہیے جبکہ آپ حضرات کی دعوتیں بیس بیس ڈشوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ شاید اسی سے آپ نے انتظار کی بھی تقسیم بندی کی ہے۔ عدالت کے اقوام وملل کے تمام انسانوں کے محبوب وپسندیدہ شعار ہونے کے باوجود آپ اس سے کیوں صرف نظر کئے ہوئے ہیں بعض کا خیال ہے روس میں مارکسیزم کا شعار عدالت کھوکھلا ہونے کے بعد اور اپنے برے عزائم جھوٹ سے اس نعرے کو بلند کرنے والوں کو شرمندگی ہوئی۔ جو گروہ خود ظلم و جنایت کے ٹیلے پر کھڑا ہو وہ کیسے عدالت کا شعار بلند کر سکتا ہے۔ اگر آپ علی جیسی عدالت کا شعار اٹھاتے تو آپ کو ہر جگہ مشکلات کا سامنا ہوتا۔

یہاں علماء کی عدالت کا ایک مظہر ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے میرے ادارے کو بند کیا ہوا ہے میری کتابوں کو اس فرقے کے کتاب فروشوں نے اسلام آباد، لاہور اور کراچی سے میری اجازت کے بغیر چھپوایا۔ یعنی از خود چھاپنے کے لئے غنائم میں لیا ہے، اگر یہ مذہب کسی آسمانی دین کا پابند ہوتا تو حلال وحرام کا پاس رکھنے والا ہوتا، دینی کتابیں خریدنے والوں کو چاہیے تھا کہ انھیں روکتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔

میری کتابوں کی مد میں واجب الادا رقم کئی اداروں نے روک رکھی ہے، اگر آپ کسی مذہب پر ہیں تو اس کا جواب دیں؟ منقسم شہریہ آیۃ اللہ سیستانی نے ۲۸ ہزار کی رقم عرصہ ۱۵ سال سے روکی ہوئی ہے وہ آغا سیستانی کے مدارس کے منقسم ہیں۔ جناب رضا رضوانی سے چندین بار شکایت کی لیکن انہوں نے حیلہ بہانہ کیا آیت اللہ سیستانی (نجف) کے وکیل داماد سید جواد شہرستانی کو ای میل کیا لیکن جواب نہیں دیا گیا۔ سندھ میں معشوق علی نے ۱۰ ہزار اس لئے روک رکھے ہیں کہ میرا عقیدہ ان کے عقیدے کے خلاف ہے، ڈیرہ غازی خان کے قرآن وعترت والوں نے ۱۶ ہزار کی رقم روک رکھی ہے۔

شعار مہدویت:

مہدویت کے شعار میں آپ تذبذب کا شکار ہیں، کبھی کہتے ہیں امام مہدی کا انتظار کرنا ہے، وہ تشریف لائیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے پڑ کریں گے اور کبھی فرماتے ہیں کام سب ہمیں نے ہی کرنے ہیں، کوئی غیب سے نہیں آئے گا کبھی فرماتے ہیں مہدی سے مراد مہدویت ہے، جس کے معنی ومراد یہ ہے کہ جو کام امام کے ذمہ ہیں وہ ہمیں نہیں کرنے ہیں۔

مہدی اور مہدویت ایک نہیں دو موضوع ہیں۔ کیا آپ کے پاس مہدی مشخص النسب والقبیلہ ہے اگر ایسا ہے تو مہدویت کا تصور غلط ہے۔ کیونکہ شخص کی مصدریت نہیں بنتی اور اگر مہدویت ہے تو اب تک دنیا میں بہت سے مہدی آئے ہیں جن میں سے بعض کو حکومت وقت نے قتل کیا ہے، آپ کس مہدی کے داعی ہیں۔ محسوس ایسا ہوتا ہے آپ ابھی تک دو مہدیوں کے داعی ہیں۔ ایک مہدی جسکے بارے میں کہا جاتا ہے وہ پیدا ہوتے ہی غائب ہو گیا ہے، کسی معتبر وموثق شخص نے

انھیں نہیں دیکھا حتیٰ ان کے نوابین خاصہ سے بھی انہیں دیکھنے کا دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ وہ اجمال کوئی کرتے ہوئے گزرے ہیں اس مہدی کا ذکر ۲۶۰ھ سے ۳۲۹ھ تک چلا جبکہ دوسرا مہدی ۲۹۷ھ سے ظہور ہو کر ۵۶۵ھ میں ختم ہوگیا پھر بعد میں ظہور رہوا اور اب یورپ میں قیام پذیر ہے۔

آپ نے مجلّہ کے ص ۶۷ پر لکھا ہے'' آج امامت کا راج نہیں ہے لیکن قرآن کی ہر آیت گواہی دیتی ہے کہ ایک دن آئے گا جب اس زمین پر امامت کا راج ہوگا، زمین پر امام اور الٰہی نظام کا راج ہوگا اور اللہ اسے عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی تو یہ یقین ہونا چاہیئے، کہ امامت پوری زمین پر راج کرسکتی ہے۔یہاں تک کہ آپکی ولادت ہونے کے بارے میں غیر مسلم گواہان کو پیش کیا گیا ہے لیکن آپکو دیکھنے والوں میں کوئی بھی گواہِ عادل آج تک ثابت نہیں ہوسکا ہے۔کیا کہنا آپکی قیادت کا، جو ایک ہزار سال سے امام غیر موجود کو شور شرابہ سے ثابت کرکے مال و دولت اور اقتدار حاصل کرتی ہے۔آپکا کہنا ہے قرآن کی آیات اسکی گواہی دیتی ہیں شاید آپ علامہ ہاشم بحرانی کی کتاب سے مطمئن ہوئے ہیں اور اسکی توثیق کی ہے۔لیکن بزرگ علماء امثال سید محمد باقر حکیم، سید محمد حسین فضل اللہ اس سے مطمئن نہیں، اسی لئے انہوں نے آیات کی دلالت سے مایوس ہونے کے بعد روایات تصدیق شدہ اکمال الدین واتمام نعمۃ پر اعتماد کا مظاہرہ کیا ہے۔دوسرے علماء پھر بھی اس سے مطمئن نہیں ہوئے جبکہ شہید مطہری نے دوسری اقوام کے انتظار سے استفادہ کیا ہے۔

امام مہدی کا فکر وعقیدہ چاہے فکر وعقیدہ شیعہ ہو یا سنی ہو، دونوں کی ڈوریاں خانہ باطنیہ کے ستون سے بندھی ہوئی ہیں۔اس کی پیدائش اور غیبت اور ظہور تینوں قرآن وسنت سے متصادم ہیں۔اس عقیدہ کا نہ سر ہے نہ پیر۔اس کی روایتیں صدوق غالی، فقیہ آل بویہ، بحرانی غالی سے لی گئیں۔ان کی اسناد مقطوع صدر، وسط وآخر ہیں لہٰذا علماء کو امام کے بارے میں آیات وروایات سے استناد سے زیادہ ڈنڈے اور گالی کا استعمال مؤثر لگا۔اس لئے وہ اسی سے سہارا لیتے ہیں۔جہاں تک یہ عقیدہ کہ امام مہدی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور زمین گہوارۂ امن ہوگا، یہ صریح آیات قرآن کے خلاف ہے کیونکہ وہاں بیان ہوا ہے فتنہ وفساد قیامِ قیامت تک رہے گا۔آپ انتظار کے حوالے سے مزید فرماتے ہیں:

۲۔میری امت کے تمام اعمال میں سب سے افضل میرے بارہویں امام خلیفہ کے ظہور کا انتظار ہے۔

۳۔امام حسین نے فرمایا اے کاش میں امام مہدی کے سپاہیوں میں سے ایک ہوتا۔

۴۔امام صادق نے فرمایا اے کاش میں بھی بارہویں خلیفہ کا منتظر ہوتا۔

۵۔انتظار کی دو اقسام ہیں ایک خاموش انتظار جس کی کوئی فضیلت نہیں ہے، یہ افضل اعمال میں سے نہیں۔دوسرا امامت کے غلبے کا انتظار ظہور دین، غلبۂ دین، غلبۂ عدالت اور حاکمیت الٰہی کا انتظار، الٰہی انتظار ہے۔امام مہدی وہ کام کریں گے جو گزشتہ انبیاء و آئمہ کے دور میں نہیں ہوسکا یعنی غلبۂ اسلام وغلبۂ دین کریں گے''۔

آپ کی مندرجہ بالا تصریحات کے مطابق یہ انتظار مدارس والوں کا انتظار نہیں ہوسکتا جو جامع المنتظر، کوثر، اہل بیت سے بارہ کہو وغیرہ میں کیا جارہا ہے یہ وہ انتظار بھی نہیں ہوگا جس کے لئے علامہ راجہ ناصر نے فرمان جاری کیا کہ الیکشن کے دن اس طرح نکلیں جس طرح عاشورا کے دن نکلتے ہیں۔آغا ساجد اور تقی شاہ کا انتظار بھی نہیں ہوسکتا جہاں آپ حضرات فرماتے ہیں چلو چلو اسلام آباد یا چلو چلو کوئٹہ یا مینار پاکستان چلو، یہاں انتظار نہیں ہے۔اس انتظار کے فضائل میں صرف رسول اللہؐ سے تمنا منصوب نہیں کی گئی کہ کاش میں بھی اس انتظار میں شامل ہوتا۔شاید آپ کا یہ انتظار فاطمیین کے انتظار حاکم بامر اللہ کا انتظار ہوگا۔آپ کا یہ انتظار شاید مغرب والوں کیلیئے ہے کہ کب وہ مشرق والوں کو اپنی زیارت کرائیں گے۔آپ کے بعض چہیتوں کا کہنا ہے آپ نے فرمایا ہے عروۃ الوثقیٰ ایک حوزۂ علمیہ نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے۔کیا اس کا مطلب بعض یہ سمجھیں کہ آئندہ دعویٰ مہدویت یہاں سے شروع ہوگا۔آپ نے امام حسین اور امام صادق کی جو تمنا پیش کی کہ کاش ہم بھی بارہویں امام کے منتظرین میں سے ہوتے یہ تمنا اس وقت کن افراد پر صدق آئے گی کیونکہ انہوں نے یہ زمانہ پالیا ہے:

۱۔ایران عراق جنگ میں شہید ہونے والوں پر۔

۲۔لبنان واسرائیل جنگ میں شہید ہونے والوں پر۔

۳۔شامی فوجیوں کے باغیوں کے مقابل میں لڑنے والوں پر۔

۴۔عراق میں القاعدہ پر۔

۵۔پاکستان میں برپا ہونے والے مظاہروں میں مرنے والوں پر۔

۶۔مینار پاکستان میں منعقدہ جلسوں میں شامل ہونے والوں پر۔

۷۔ڈیرہ اسماعیل خان میں نوروز کے لئے دی جانے والی قربانیوں پر۔

۸۔افغانستان میں طالبان کے خلاف لڑنے والے شمالی اتحاد پر۔

۹۔گلگت میں قتل ہونے والے پر۔

۱۰۔مدارس دینی پر۔

۱۱۔عروۃ الوثقیٰ کے لبیک یا حسین کے نعرہ بازوں کیلئے۔

امام مہدی کی غیبت اور منتظرین ظہور کے بارے میں ارشادات:

محترم جواد نقوی کے امام مہدی کی غیبت اور انتظار ظہور کے بارے میں ارشادات کے حوالے سے عرض نیاز ہیں:

۱۔آپ نے ہاشم بحرانی کی کتاب کا حوالہ دیئے بغیر ایک سوبیس آیات بتائی ہیں بعض نے اس سے زیادہ بتائی ہیں۔یہاں ہماری آپ سے گذارش ہے آپ ہمیں آیات متشابھات نہ دکھائیں کیونکہ قرآن کے مطابق آیات متشابھات سے تمسک کرنا منافقین کی نشانی ہے۔صرف ایک دو آیات محکم الدلائل جو امام کے علاوہ کسی اور پر صادق نہیں آئیں، بیان کر دیں۔

۲۔اس سلسلہ میں کثیر متواتر روایات کی تعداد بتائی جاتی ہے۔آپ ہمیں اصول حدیث کے مطابق دس روایات دکھائیں جسے ہم تواتر حساب کریں۔یہاں ایک اور بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کتابوں کا تنہا تذکرہ نہ کریں بلکہ ہر روایت کو جو اصول کافی میں یا اکمال الدین میں فلاں صفحہ پر ہے بیان کریں اور شیخ صدوق سے رسولؐ اللہ تک ہر حلقہ میں راوی، اس کے منقول منہ اور ان سے ناقل کو بیان کریں۔اس حوالے سے آپ خود تحقیق کریں یا ہمیں حکم دے سکتے ہیں۔

۳۔امام مہدی کو دیکھنے والے علماء اہل سنت کا آپ نے تذکرہ کیا ہے جبکہ ہاشم بحرانی نے مجوسی عورت، بوزی، یہودی ڈاکٹر وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔آپ سے سوال ہے آپ کے مطابق کسی حکم فقہی کیلئے شیعہ امامی ہونا چاہیے جبکہ امامت جو آپ کے اصول دین میں سے ہے اس کیلئے سنی، بوذی، یہودی سے تائید لیتے ہیں لیکن جب آپ سنیوں کو اہل بیت سے منحرف سمجھتے ہیں تو آپکے لئے یہ کیسے ثقہ بنیں گے، آپ تو انکی مسلمات پر طعن کرنے والے ہیں۔ایک مذہب کا دوسرے مذہب کی منقولات حجت ہونے کے دلائل عنایت کریں کہ یہ کس دلیل سے حجت بنتے اور کن کن امور میں چلتے ہیں۔

۴۔آپ نے امام مہدی کی غیبت کو غیبت موسیٰ اور منتظرین موسیٰ سے تشبیہ دی ہے۔یہاں موسیٰ قوم کے سامنے گئے تھے اور مدت بھی بتائی تھی صرف دس دن دیر ہوئی جبکہ آپ کے امام کو غیبت میں گئے بارہ سو سال ہو گئے ہیں اور جاتے وقت کسی نے دیکھا بھی نہیں ہے۔منتظرین اس وقت دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ سامری تھا دوسرے حضرت ہارون تھے۔یہاں آپ خود اور باقی منتظرین کو کس گروہ میں شامل کرتے ہیں حضرت ہارون کی صف میں جہاں انہوں نے کوئی اقدام نہیں کیا یا سامری کے گروہ میں جس نے گوسالہ پرستی شروع کی تھی۔

۵۔جس طرح آپ کہتے ہیں انتظار کریں تو کیا یہ انتظار امام کے ظہور کا سبب بنے گا اور امام ظہور فرمائیں گے اگر ایسا نہ ہوا تو کیا ہمارا حشر آیت اللہ بہجت اور ان کے بینک جیسا ہوگا، ان کے وارثین تو عیش کریں گے لیکن ہمارے امام کی آمد غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی ہوگی۔

۶۔جب ظہور فرمانے کی کوئی ضمانت نہیں تو ہمارے اور ظہور نہ کرنے والوں کے درمیان کیا فرق ہوگا۔

۷۔آپ امام مہدی کے ظہور کے بارے میں فرماتے ہیں جب تک امت متحرک نہیں ہوتی، امت امت نہیں بنتی، وہ بھی پوری دنیا یعنی مشرق و مغرب دونوں پر محیط نہیں ہوتی۔امام خمینی کے قیام کے دور میں امت متحرک و آمادہ ہوئی لیکن ظہور نہیں ہوا۔پھر کہا اس کا مطلب یہ نہیں کسی ایک ملک میں متحرک ہوں بلکہ ہر جگہ ہونا چاہیے ایران، عراق، سعودی عرب، پاکستان، افغانستان، ہندوستان سب مل کر ایک امت ہو جائیں گے تب ظہور فرمائیں گے۔جناب آپ کے یہ ارشادات آپ کے بنیادی مصدر اکمال الدین کی روایت سے متصادم ہیں جس میں آیا ہے جب ظلم و جور بڑھ جائے گا، لوگ مایوس ہو جائیں گے تو امام ظہور فرمائیں گے۔

آپ امام مہدی کے بارے میں مختلف اور متعدد سوالات کرتے ہیں لیکن جوابات بہت اجمال اور ابہام میں فرماتے ہیں شاید اس بارے میں وارد روایات خود مضطرب ہیں اسی لئے آپ فرماتے ہیں:

۱۔علائم کے پورا ہونے سے امام ظہور نہیں فرمائیں گے۔

۲۔ہمارے جمود اور گوشہ نشینی سے بھی ظہور نہیں فرمائیں گے۔

۳۔ظلم وجور ہونے سے بھی ظہور نہیں فرمائیں گے۔

۴۔ایک جگہ ایک امت واحدہ ہونے سے بھی ظہور نہیں فرمائیں گے جیسا کہ ایران میں ہوگیا تھا۔

۵۔ہمارے یہاں تو امت واحدہ ہو نہیں سکتی کیونکہ یہاں کے لوگ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔یہاں کے گروہ تکفیری ٹوپی ایک دوسرے کے سر پر رکھتے ہیں مثلاً بریلوی جوان کے عقائد کے خلاف ہے، انھیں کافر کہتے ہیں، شیعہ تو خلفاء ثلاثہ اوران کے ماننے والوں سب پر لعن کرتے ہیں، وہابی شیعوں کو برملاء کافر کہتے ہیں۔ اس ملک میں اس وقت دہشت گردی کا جو عذاب ہے اسکا سرا کہاں سے ملتا ہے۔طالبان سے، امریکہ سے، ایران وسعودی عرب سے یا ملک کی سیاسی پارٹیوں سے ملتا ہے۔ملک کے اندر موجود فرقہ واریت اچانک زلزلہ کی وجہ سے، آتش فشاں سے نہیں نکلی بلکہ اس ماحول کو بننے میں کئی سال لگے ہیں۔یہ ماحول لکھنؤ کی عزاداری میں شامل کردہ بدعتوں تبرے اور رائج ٹیٹیشن کا تسلسل ہے۔لیکن میری یہ عرائض بھی سعی لاحاصل ہونگی کیونکہ انکا دین ومنطق ہی یہ ہے کہ شرف الدین کو غصہ دلانا ہے۔

چونکہ کفروایمان میں اتحاد نہیں ہوسکتا لہٰذا یہاں امت واحدہ نہیں بن سکتی۔بہتر تھا آپ صرف آیات کی طرف اشارہ فرماتے جبکہ قرآن کریم کی کئی آیات اس کی نفی کرتی ہیں۔آیات میں آیا ہے حق وباطل کی جنگ قیام قیامت تک جاری رہے گی۔رمز بندگی اللہ نماز ہے، نماز کی روح سورہ فاتحہ ہے، سورہ فاتحہ کی آخری آیت مغضوب علیہم اور ضالین کے راستے سے دوری ہے۔حب مال ودولت، اولاد، اقتدار کی محبت، رگ وخون انسان کے خمیر میں ہے، اس صفت سے تعمیر وترقی دنیا قائم ہے، اگر کسی دن یہ محبتیں انسان سے چھن جائیں تو تمام ترقی وتمدن زمین بوس ہوجائے گی، زراعت خاکستر ہوجائے گی بجلی کا نظام ونظام مواصلات تباہ ہوجائیں گے اس وقت کوئی کردار کارآمد نہیں ہوگا۔جب ہر انسان کے اندر حاکم محبت مال وجان ہوگی جیسا کہ آیا ہے "وَ تُحِبُّونَ الْمالَ حُبًّا جَمًّا" (فجر ۲۰) تو ہر ایک کی محبت اپنے نفس سے جبکہ دوسرے کی محبت اسکے نفس سے ہوگی یہاں ان دونوں دونفسوں میں تصادم ہوگا جس کے نتیجے میں جنگ وجدال ہوگی۔اللہ سورہ مائدہ کی آیت '۱۴' اور '۶۴' میں فرماتا ہے یہود ونصاریٰ قیام قیامت تک ہونگے اور یہود ونصاریٰ دشمن اسلام ہیں۔

لبیک یاحسین:

آپ کے مرفوعہ شعارات میں سے ایک لبیک یاحسین ھیھات منا الذلہ ہے۔لبیک وہاں کہا جاتا ہے جہاں کوئی ندا کرنے والا آپ کو بلا رہا ہو، وہ آپ کے انتظار میں ہو اور آپ اسے مطمئن کرا رہے ہیں کہ ہم تمہاری طرف آرہے ہیں، آپ نے اسکی ندا سن لی ہے، لہٰذا لبیک کسی زندہ منادی کیلئے ہے، لیکن یہ ندا دنیا سے کوچ کرکے جانے والے اور رحلت پانے والے کیلئے نہیں ہوسکتی چنانچہ دین وشریعت اسلامی کے کسی بھی اجتماع ومیدان سیاست یا جنگ میں کسی امام یا اصحاب نے نعرہ لبیک بلند کیا ہو نہیں ملتا، یہ نعرہ صرف اور صرف میقات سے محرم ہونے کے بعد کہا جاتا ہے۔جہاں آپ کو اللہ نے اپنے نبی کے ذریعے بلایا تھا جو حی القیوم ہے۔اس نے اپنی کتاب قرآن میں محمدؐ کے ذریعے آپ کو بلایا تھا گویا احرام باندھنے کے بعد بندہ یہ کہتا ہے اے اللہ میں آرہا ہوں۔اسلام مخالفوں نے یہ لبیک حج کے لبیک کو توڑنے کیلئے گھڑا ہے جسطرح پہلے انہوں نے میقات توڑا ہے۔

نبی کریم حضرت محمدؐ جو ہادئ شریعت ہیں آپ کے بعد اسلامی جنگوں میں خلفاء راشدین نے لبیک یا محمدؐ کا نعرہ نہیں لگایا، حضرت علی نے اپنے چار سالہ قیادت کے دوران مسجد یا میدان جنگ میں یا محمدؐ کا نعرہ بلند نہیں کیا۔میدان کربلاء میں امام حسین نے لبیک یا علی نہیں کہا تھا، حتیٰ آپ کے نام سے آپ کے خون کا انتقام لینے والوں میں سے بھی کسی نے لبیک یاحسین نہیں کہا کیونکہ سب جانتے ہیں حسین جنت و برزخ میں تشریف لے گئے ہیں، دوسرا آپ نے آنے والوں کو آواز نہیں دی کہ آپ لبیک یاحسین کہیں! یہ نعرہ صرف حسین کے نام سے بے دینی پھیلانے اور مسلمانوں کو ہراساں کرنے کیلئے بلند کیا جاتا ہے۔ نعوذباللہ حسین نے عام مسلمانوں کو ہراساں کرنے کیلئے آپ لوگوں کو بلایا ہے۔

سنا ہے یہی گروہ گلاب پور بلتستان میں بعض مسلمانوں کو ہراساں کرنے اور ان کے گھروں کو محصور کرنے کیلئے گیا اور انہیں دھمکیاں دیں۔اس سے پہلے یہ اپنے علاقے میں کسی سنی کے گھر جلانے کیلئے بھی گئے تھے۔پتہ نہیں اس وقت بھی یہی نعرہ لگایا تھا یا نہیں، یہ وہ کام ہے جو معاویہ کے جرنیلوں نے علی کے علاقے میں غارت گری کرتے وقت کیا تھا۔یہی کام صلیبیوں نے مسلمانوں کے علاقے میں کیا تھا۔اس وقت آپ کے ملک میں آپ کے تمام قائدین غیر مسلموں کو تحفظ دینے کی یقین دہانی کرانے جارہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ہم آپ کے تحفظ کے ضامن ہیں لیکن آپ لوگوں کے ہاتھوں کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کو تحفظ نہیں ہے۔بدترین مسلمان وہ ہے جس سے دیگر مسلمان ہراساں ہوں۔انکا یہ اقدام صرف اس الزام میں تھا کہ انہوں نے نام آئمہ کو مٹایا تھا۔اگر نام آئمہ مٹانے والوں کیلئے سزا، مارپیٹ اور گھیراؤ جلاؤ ہے تو کیوں رسول اللہؐ نے صلح حدیبیہ کے معاہدے میں اپنا نام مٹایا، علی نے صفین میں معاویہ کے ساتھ معاہدے میں لفظ امیرالمومنین کیوں مٹایا؟ جن لوگوں پر آپ دھاوا بول رہے ہیں انہوں نے آپ سے کہا بھی کہ ہم نے یہ کام نہیں کیا لیکن آپ پھر بھی اکڑ رہے ہیں جیسے عبید اللہ بن عمر نے ہرمزاور جفینہ کو کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کیا تو علی نے ان سے قصاص لینے کیلئے کہا۔پیغمبر کے زمانے میں کسی صحابی نے ایک مشرک کو کلمہ پڑھنے کے بعد یہ کہہ کر قتل کیا کہ تم جھوٹ بولتے ہو تو اس پر پیغمبرؐ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا۔پیغمبرؐ نے اس کا دیہ از خود دیا۔کیا منافق کی سزا یہی ہے جو آپ نے تجویز کی ہے تو کیوں نبی کریم نے منافقین کے سربراہ کو سزا نہیں دی، اسے کیوں زندہ رہنے دیا؟

یہی لبیک یاحسین کہنے والے حرام کھا رہے ہیں۔انھیں آئندہ مجلس میں جاتے وقت یہ نعرہ لگا کر جانا چاہیئے کہ لبیک یاحسین ہم حرام کھانے جارہے ہیں۔ان علماء کو اتنے بے معنی غلط شعار اور نعرے کو اٹھانے کی ہمت اس لیے ہوئی ہے کیونکہ یہاں کے عوام اور نام نہاد دانشوروں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے دین کے حوالے سے کوئی کردار ادا نہیں کرنا بلکہ دین کی مخالفت پر مبنی کسی سرگرمی اور اہانت و جسارت کے بارے میں ان علماء کی من وعن اطاعت کرنی ہے۔اس عوام اور نام نہاد دانشوروں کی مثال کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک آدمی نے بنی عباس کے دور میں دعویٰ نبوت کیا تو اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے دربار میں حاضر کیا گیا اور اس سے باز پرس کی گئی کیا تم نے دعویٰ نبوت کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے دعویٰ کیا ہے۔اس سے پوچھا گیا تمہارے پاس نبی ہونے کی کیا دلیل ہے تو اس نے کہا میں کل دلیل پیش کروں گا۔دوسرے دن یہ اپنے گروہ اور اطاعت گزاروں کے ہمراہ آیا جو اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔اس نے دائیں طرف دیکھا اور بکری کی آواز نکالی پھر بائیں طرف دیکھا اور گوسفند کی آواز نکالی اور ساتھ ہی کہا میں انسانوں کا نبی نہیں بلکہ ان جیسے جانوروں کا نبی ہوں۔یہ علماء بھی عوام کو انھیں جانوروں کے مثل سمجھتے ہیں ورنہ انھیں اتنی تیزی سے فکر خوارج پھیلانے کا موقع نہ ملتا۔یقین کریں آپ لوگ اصلاح دین کے بارے میں سوچنے کیلئے تیار نہیں گویا یہ جو دین آپ کے پاس ہے یا تو بذریعہ وحی اللہ سے ہے یا خود نبی کریمؐ سے بطور مستقیم آپ نے لیا ہے۔عقل و شرع کا حکم ہے جہاں کہیں خطرے کی گھنٹی بجے وہاں تحقیق کریں۔نبی کریم ﷺ نے اپنی پہلی دعوت کا آغاز اس جملہ سے فرمایا جہاں آپ کوہ ابوقبیس پر تشریف لے گئے اور قبائل وعشائر مکہ کو نداء دی اور فرمایا میں تمہیں ڈراتا ہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے، کیا تم یقین کروگے سب نے کہا ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، پھر آپ نے فرمایا میں تمہیں عذاب آخرت سے ڈراتا ہوں۔"

شعار اتحاد اسلامی:

آپ کے دیگر شعار کی طرح بے معنی اور نا قابل عمل ایک شعار اتحاد اسلامی ہے۔جہاں آپ نے فرمایا اتحاد اسلامی کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی فرقہ اپنے عقائد و فروعات چھوڑ دے چاہے وہ قرآن وسنت اور عقل و منطق کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں اور دوسرے کے عقیدے کو چھیڑو نہیں۔اس جملہ کے بانی جنرل ضیاء الحق ہیں جن کی تمام اصلاحات آپکے لئے بری ہیں، لیکن صرف یہ جملہ آپ لوگوں کو پسند آیا ہے۔اگر آپ سے کہا جائے ہمیں صرف اسلام چاہیئے تو ایسی صورت میں آپ اس اتحاد میں شامل نہیں ہونگے۔

اس اتحاد کی ضرورت کیلئے آپ نے امیرالمومنین کا فرمان پیش کیا ہے حالانکہ آپ کا اتحاد علی کے اتحاد سے قطعی مختلف ہے بلکہ دوسرے الفاظ میں آپ کا اتحاد مشرکین کے اتحاد سے زیادہ شباہت رکھتا ہے، جہاں مشرکین نے نبی کریم کو یہ تجویز دی تھی ہم اپنے عقیدے پر رہیں گے، آپ اپنے پر رہیں اور ایک دوسرے کو نہ چھیڑیں یا آپ ہمارے مراسم میں شریک ہو جائیں ہم آپ کے مراسم میں شریک ہونگے جیسا کہ آج کل سنی و شیعہ کرتے ہیں چنانچہ اس اتحاد کی رد میں سورۃ قل

یا ایھا الکافرون نازل ہوئی۔ علی کا اتحاد فرقوں سے نہیں تھا کیونکہ اس وقت فرقے ہی نہیں تھے علی کا اتحاد آپ حضرات کے بقول غاصبین خلافت سے تھا۔ آپ نے اتحاد امت کی دعوت دی اور اس کیلئے خود سبقت کی چنانچہ حضرت ابوبکر کو آپ نے اپنے گھر بلا کر بیعت کی، حضرت عمر کے غیاب میں ان کی جگہ جانشین بنے اور منصب قضاوت کو قبول کیا، جنگ میں اپنی رضا و رغبت سے ایک مسئول عسکر بن کر تشریف لے گئے۔

آپ تینوں عمائدین آغا ساجد، راجہ ناصر اور آپ بضد ہیں کہ آپ اتحاد اسلامی کے داعی ہیں۔ یہاں آپ واضح نہیں کرتے یہ اتحاد کس کے خلاف ہے جس کیلئے آپ اتنی تگ و دو کر رہے ہیں۔ آپ سب کس کے خلاف لڑنے کے لئے متحد ہونا چاہتے ہیں، اسے آپ واضح نہیں کرتے، آپ امریکہ اور برطانیہ کے خلاف تو ہو نہیں سکتے ہیں کیونکہ یہ آپ کے اتحادی ہیں بطور مستقیم نہیں بلکہ آپ جس کے اتحادی ہیں، وہ امریکہ و برطانیہ کے اتحادی ہیں مثلاً عراق امریکہ کا اتحادی ہے۔ شمالی اتحاد افغانستان میں امریکا کا اتحادی ہے اور یہاں پی پی امریکا کی اتحادی ہے، لہٰذا آپ ان کے خلاف متحد نہیں ہو سکتے۔ آپ تینوں سرگوشی میں اور کبھی اعلانیہ اظہار فرماتے ہیں آپ کو تکفیری گروہ کے خلاف اتحاد کرنا چاہیئے لیکن یہ واضح کرنا مشکل ہے کہ اس ملک میں تکفیری گروہ کون سا ہے۔ بریلوی نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ آپ کے ساتھ مزارات پرستی میں متحد ہیں۔ لیکن اگر احمد رضا خان کے مجموعہ فتاویٰ اٹھا کر دیکھیں تو وہ آپ کو کافر کہتے ہیں۔ اگر آپ کے لئے کوئی اتحادی ہے تو یہی سیکولر لوگ ہیں لیکن یہ حکومت اسلامی یا بقول آپ کے نظام امامت کے داعی نہیں ہیں بلکہ بحالی جمہورت کے اتحادی ہیں۔

کہتے ہیں اس انتخاب میں بھی تحریک کا مقابلہ تکفیری گروہ ہی سے تھا اور آئندہ بھی یہی رہے گا چاہے آئندہ انتخابات میں تکفیری گروہ کا یہاں کوئی نام لیوا ہی کوئی نہ ہو کیونکہ دینی جماعتیں اپنے سیکولرزم کی وجہ سے اپنا دینی تشخص کھو چکی ہیں۔ آپ کا دعویٰ ہے ان کے مقابل میں ہمیشہ آپ کو ہی فتح رہی ہے، دوسری بات آپ کی تربیت اور تجربہ ہی اسی میں ہوا ہے جیسے ہوائی یا بحری فوج میدانی جنگ نہیں لڑ سکتی لہٰذا نہ آپکا مد مقابل واضح ہے اور نہ میدان جنگ، آپ کا دعویٰ ہے آپکو ہمیشہ اس میدان میں فتح رہی ہے اس کی وضاحت ہونی چاہیئے کہاں کہاں آپ کو فتح نصیب ہوئی ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگوں کو پتہ بھی نہیں کہ آپ کو فتح ہوئی ہے یا نہیں۔ لیکن آپ بضد ہیں آپ کو ہی فتح ہوئی ہے۔ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کی فتح درحقیقت پوری قوم کی فتح ہے بلکہ آپ کا کہنا ہے اس ملک کی تقدیر ہی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے بغیر نہ حکومت بن سکتی ہے نہ کوئی اہم فیصلہ کر سکتی ہے لہٰذا آپ کی فتح پوری قوم کی فتح ہے لیکن اس کی نشاندہی کرنا ضروری ہے بلکہ میں عرض کرتا ہوں اس کی نشاندہی کرنے والے کو انعام بھی دیا جائے۔ یہ فتح اپنی جگہ انوکھی ہے جو اس ملک میں بہت کم بلکہ انتہائی محدود گروہوں کو نصیب ہوئی ہے۔ یہ فتح ایک پاکستانی کرکٹ ٹیم کو نصیب ہوئی یا پھر تحریک جعفریہ کو ہوئی ہے۔ دوسری طرف بہت سے لوگوں کو یہ واضح نہیں ہو رہا کہ تکفیری گروہ کون اور کہاں ہے جسے تحریک ہر جگہ پسپا کرتی آئی ہے۔ اگر تکفیری گروپ سے مراد دیوبند ہیں تو وہ آج بھی سینہ تان کر آپ کے مقابل میں کھڑے ہیں۔

یہاں پر ایک گروہ شیعہ، با باصدا وذاکرین اور نوحہ خوانوں کی انجمنیں ہیں جو کسی کی پیروی میں نہیں دوسرے شیعہ جو اہل علم و فکر اور دین و دیانت و عمل والے ہیں وہ نمازی و روزہ دار ہیں۔ یہی علماء حافظ ریاض، آغا ساجد صاحب اور حوزہ علمیہ والے علماء خود کو پہلے والے گروہ سے الگ تصور کرتے تھے۔ ہمارے قدیم دوست جناب غضنفر صاحب کی خواہش پر ہم نے اثنا عشریوں کے عقائد اور حیدر کرار والوں کے عقائد میں فرق کو واضح کیا جسے آپ کتاب "عقائد و رسومات شیعہ" میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اس کتاب کے آنے پر میرے اوپر جام غضب پھینکا گیا اور اس دن کے بعد غیر اعلانیہ مظالم کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہم نے منصوصیت کے بارے میں تحقیق کی اور واضح کیا کہ آپ ہی کے علماء نے کہا ہے منصوصیت غلات اور اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے، پھر جب مجھے کہا گیا امام مہدی کو نہیں مانتے ہیں تو میں نے امام مہدی سے متعلق تمام بزرگان کی کتب کا مطالعہ کیا اور دیکھا امام مہدی کے بارے میں ہمارے علماء کیا دلائل دیتے ہیں لیکن حیرت ہوئی کہ بڑے بڑے نوابغ کے دلائل ناکافی ہیں۔ ہم نے ان کے دلائل کو ناقص قرار دیا اور کچھ نہیں کہا۔ اگر دین اسلام کے مصادر قرآن اور سنت محمدؐ ہیں تو میں نے استدلال انہی دو سے کیا ہے، اگر قرآن ہمارے دین کا مصدر نہیں اور آپ اسے بطور نفاق لیتے ہیں تو اس میں ہماری کوئی غلطی نہیں تھی۔ آپ ہی کہتے ہیں ہمارے مصدر قرآن اور سنت محمدؐ ہیں۔ دوسرے مصدر سنت کو بھی ہم نے انہی کتابوں سے لیا جو شیعوں کے علماء نے لکھی ہیں۔

محترم علماء اعلام اور ہم جیسے مولویان جو خود کو ٹھیکیداران اسلام سمجھے ہوئے ہیں، بیوقوف ہیں اور ہمارا شکار کرنے والے بہت زیرک ہیں۔ وہ اپنے اس مقصد میں کسی نہ کسی طریقے اور حیلے بہانے سے اسلام کے بنیادی اصول کے راستے سے ہٹایا جائے، اس میں ۹۰ فیصد وہ کامیاب ہو جاتے ہیں، وہ قابلیت و لیاقت کو

دیکھ کر پیشکش کرتے ہیں۔محترم جواد نقوی صاحب سرمایہ داروں کے مرغے، حلوے ولفافے اور بریف کیس کا گزند جہاں لگتا ہے اس سے بچنا ناممکن ہے، ان سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا ہے ہم اور آپ کی شخصیت کیا مجتہدین اس سے محفوظ نہیں ہیں۔ہمارے علاقے کے مرحوم شیخ دولتی سے آپ آشنا ہیں وہ راز دان مرجع تھے ایک دفعہ آیت اللہ گلپایگانی نے فرمایا ہماری ابتداء مرجعیت کے دور میں اگر کسی نے خمس دیا ہے تو ممکن ہے وہ خالص ہو لیکن مرجع بننے کے بعد جتنے بھی خمس لاتے ہیں وہ سب رشوت ہے جو چند دن کے بعد سفارش کی صورت میں واپس لے لیتے ہیں۔ہم جب کراچی پہنچے تو برادران لالجیان جو جناب مولانا صادق حسن کے گرویدہ تھے، سے شناسائی ہوئی۔صادق حسن مجھے امام خمینی کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے یہ دونوں ہمارے پاس آئے تا کہ انگلش میڈیم سکول کھولنے اور اسے خدمت کہنے کا فتوئی لیں۔مجھے یہ کام دین کے نام سے پسند نہیں تھا چنانچہ میں نے اسکی مخالفت کی۔ایک عرصہ گزر گیا یہ دونوں ایک دن بغیر مجھے بتائے ایک سوزوکی لے کر ہمارے دروازے پر کھڑے ہو گئے، کچھ دن کے بعد یہاں کمپیوٹر سینٹر بنانے کے لئے کہا، پھر ایک آدمی کی ماہانہ تنخواہ پیش کی ہم جیسے اردو میں بلتی شامل کر کے مجلس پڑھنے والے سے مجلس پڑھوائی آخر میں ہماری کتاب مثالی عزاداری دیکھنے کے بعد ان کے صبر کا پیالہ لبریز ہو گیا اور جام غضب ہمارے اوپر پھینکا لیکن الحمدللہ ان کے اس رویہ کے بعد ہم محتاط ہو گئے۔ہم نے خمس کے نام سے کسی شخص سے کم ہو یا زیادہ وصول کرنے سے گریز کیا۔عادل صاحب آپ کے بھی دوست ہیں، وہ مجھے کچھ دیتے نہیں تھے بلکہ ان سے سلام کلام دوستانہ تھا۔ایک دن میرے گھر آ کے رونے لگے کہا میں چاہتا ہوں اپنی آخرت ٹھیک کروں، نجات حاصل کروں۔میں چاہتا ہوں اپنے مال کا حساب کروں اور خمس دوں، میں نے کہا آپ صلاح الدین صاحب کے دوست ہیں ان سے حساب کروائیں میرے پاس خمس کا کوئی مصرف نہیں ہے۔پھر کہنے لگے میں آپ کے لئے گاڑی کا بندوبست کرنا چاہتا ہوں، بیت الخلاء میں ٹائل لگانا چاہتا ہوں، میں نے کہا مجھے یہ سب کسی صورت میں قبول نہیں ہے۔اور آخر میں جب صبر کا پیانہ لبریز ہوا تو کہنے لگے آپ کی کتابیں ہمارے مذہب کے لئے خطرناک ہیں۔

اسی طرح شبیر کوثری ہمارے دوست عمار یاسر جوان کے ملازم تھے کے ہمراہ ہمارے پاس آتے تھے اللہ جانتا ہے ایک دن افطار میں وہ کثیر الانواع کھانے لیکر آئے۔میں نے اس دن کھایا لیکن جب انھوں نے دوبارہ افطار لانے کا کہا تو میں نے شرط لگائی وہ صرف ایک کھانا لائیں گے۔آپ نے مجھے حج کی رقم پیش کی، میں نے کہا میں احرام بھی کسی سے نہیں لیتا ہوں۔چنانچہ جب وہ مجھے قابو نہیں کر سکے تو میرے بیٹے اور داماد کو اپنے کنٹرول میں لیا۔اس حوالے سے اگر تفصیل چاہیں تو ہماری کتاب "فیصلنامہ عدالت" میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

شعار ولایت فقیہ:

آپ کے شعارات میں سے ایک شعار ولایت فقیہ ہے کہ یہاں کے شیعہ تابع ولایت فقیہ ہیں یہ شعار بھی تحلیل طلب ہے۔اس حوالے سے جہاں کہیں انھوں نے اسلام کا نام بلند کیا، شعار اسلامی کو اٹھایا تو ہم نے بحیثیت مسلمان انکا ساتھ دیا چاہے وہ ہمیں برا بھلا ہی کہیں۔جمعہ و جماعت، اذان، حجاب ہمارے لئے بہت ارزش کے حامل ہیں، لیکن سیاسی میدان میں یہ ولایت قابل تحلیل نہیں۔اگر یہاں کے شیعہ ولی فقیہ کو ووٹ دیں تو کیا ولی فقیہ یہاں کے رہنے والوں کو ایران میں شہریت دیں گے یا مستعمرات میں شمار کریں گے۔جب سے تحریک نے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو انتخابات کے موقع پر حوزہ علمیہ کی طرف سے مخصوص افراد اعزام ہوتے تھے تو ان کا ایک ہی پیغام وکلمہ ہوتا تھا کہ ولایت فقیہ کے تحت اگر آپ کو کسی درخت کو بھی ووٹ دینے کا حکم آئے تو یقین کریں، لیکن یہ ایک کھلا جھوٹ تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ ولی فقیہ اتنا بے وقوف انسان نہیں ہوتا کہ وہ دوسری جگہوں کے اندرونی مسائل میں مداخلت کرے اور اپنے لیے شرمندگی خریدے، ولی فقیہ کے نہ چاہتے ہوئے اور پسند نہ ہوتے ہوئے بھی دو دفعہ خاتمی الیکشن جیت گیا جبکہ اس دفعہ اعتدال پسند لبرل شخص بھاری اکثریت سے اقتدار میں آیا ہے، یہاں اگر ولی فقیہ حکم کرے تو یہ ایران کے لئے سبکی کی دلیل ہو گی۔

آپ کے شعار نظام ولایت فقیہ کے تحت یہاں پر حاکم وحکومت طاغوت ہے اور طاغوت سے گریز و پرہیز واجب ہے ہم اس سلسلہ میں آپ سے اختلاف نہیں کرتے کہ یہاں پر حاکم نظام سیکولر ہے اور سیکولروں کا شعار دین کو کنارے پر لگانا اور دین کو حکومتی نظام سے الگ کرنا ہے لیکن آپ تینوں عمائدین اور آپ سے وابستہ افراد تینوں ایک چشمہ سے پیتے ہیں، ایک دسترخوان سے تناول کرتے ہیں اور قوم کو بے وقوف یا پاگل بنانے کے لئے ایک خود کو غالی، ایک مفکر اور ایک متوسط دکھاتا ہے۔آپکی ایک دوسرے سے ضد اور مخالفت حیرت آور ہے آپ نے فرمایا اس انتخاب میں شرکت حرام ہے راجہ ناصر اور آغا ساجد نے فرمایا واجب

ہے، آپ ووٹ کو امانت کی حیثیت سے اداء کریں، لیکن آغا ساجد نے کہا تیر کو ووٹ دیں ان کی نظر میں پی پی طاغوت نہیں گویا کوئی فیلسوف اسلام ہے۔ انہیں ایسا سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے، ابو جہل مشرک نہیں تھا یا جس طرح صوفی کہتے ہیں فرعون کافر نہیں تھا۔

راجہ ناصر کا کہنا ہے انتخاب میں شرکت واجب ہے ہمارے لئے کسی طرف کا تعین واضح نہیں ہوا لیکن ظاہر ہے ووٹ خیمے میں جمع کرائیں اس سے ان کے بقول ان لوگوں کو روکنا ہے جو انکی نظر میں ان کے دشمن ہیں چنانچہ یہاں اس موقعہ پر ہدایت کے لئے آنے والے جناب محترم مولانا سکندر صاحب ضلع چپلو حسب نقل جناب ثقلین صاحب نے فرمایا پہلے مرحلے میں وحدت مسلمین والوں کو دوسرے میں آغا ساجد کے کہنے کے مطابق اور تیسرے مرحلہ میں ووٹ ضائع کریں۔

حق وانصاف ہے ان تینوں حضرات کے موقف کو سمجھنا اتنا مشکل و دشوار بھی نہیں ہم جیسے منطق پڑھے بغیر شرائط تضاد و تناقص سے بے بہرہ کے مطابق آپ لوگوں کا موقف یہ ہے کہ جہاں کہیں مسلمان نام کا ہی کیوں نہ ہو اسے ہرگز ووٹ نہیں دینا بلکہ اسلام سے چڑنے والوں کو دینا ہے۔ یہ آپ کی تاریخ ہے آپ اس ملک میں ہمیشہ خود کو غیر مسلمین کے ساتھ رہنے پر زور دیتے آئے ہیں آپ مسیحیوں کو ترجیح دیتے آئے ہیں اس لئے نظام کے سیکولر ہونے کی وجہ سے اس سے نفرت نہیں کرتے، اگر سیکولر ہونے کی وجہ سے آپ کو کوئی ناگواری ہوتی تو آپ حسن روحانی کے بارے میں کچھ اظہار کرتے، جس نے آزادی دینے اور لبرل حکومت کے قیام کے لئے اعلان کیا ہے۔ آپ سنیوں سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ ان سنیوں کی برگشت خلفاء پر ہوتی ہے یہ خلفاء آپ کے غالیوں کے نزدیک فرعون، ہامان، کورباچوف، گاندھی، نہرو سے بھی بدتر ہیں لیکن میں یہاں آپ کو اپنی دقت و باریک بینی کو استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ آپ اس حوالے سے کیا اظہار نظر فرماتے ہیں، ایک شخص یا گروہ جس نے کلمہ اسلام پڑھا، مسلمانوں کی نماز پڑھی، روزہ رکھا، جنگ وجہاد میں شریک ہوا ہو، کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہو، وہ کورباچوف اور گاندھی سے کیسے بدتر ہو سکتا ہے؟ اگر انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، دل سے نماز نہیں پڑھی، دل سے روزہ نہیں رکھا بلکہ دل سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور اسی بنا پر یہ لوگ منافق تھے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کیا نبی کریم نے سربراہ منافقین عبداللہ ابن ابی کو ایسا ہی سمجھا تھا اور اس کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا اسے واضح فرمائیں۔

آپ نے ایسے شعارات اٹھائے ہیں اگر انھیں رد کریں تو یہ آپ کے نزدیک اسلام کو رد کرنے میں شمار ہوگا اور ہم پاگل قرار پائیں گے۔ اب ہم ایک دوراہے پر کھڑے ہیں یا تو انھیں رد کریں اور پاگل قرار پائیں یا انکی مخالفت نہ کریں۔ اس میں نظام ولایت فقیہ کے حامی ۸۰ فیصد والوں کو کہتے ہیں یہاں سے ہٹ جاؤ ہم آرہے ہیں۔ کیا یہ آمریت واستبدادیت نہیں کہ اقلیت اکثریت پر حکمرانی کرے۔ اگر کوئی اقلیتی گروہ اکثریت سے بغاوت کرنے کی دعوت دے تو یہ خلاف عقل ہوگا۔ اگر ولایت فقیہ سے مراد ہر شعبہ میں اسلام کی حکمرانی اور انہیں اسلام شناس ودین شناس نافذ کریں تو ظاہر ہے یہاں یہ افراد اہل سنت سے ہی ہونگے۔ جو آپ کیلئے قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے آپ کا یہ نعرہ خوارج کی مانند ہے جو نا قابل فہم ہونے کے ساتھ ساتھ نا قابل عمل بھی ہے۔ چنانچہ امیر المومنین نے فرمایا لا کلمه الحق براد بها الباطیل۔

تقلید کے نام سے بیعت:

علماء اعلام نے فطرت انسان کی قدیم العہد صفات میں سے ایک صفت رجوع جاہل بعالم کو گنا ہے۔ قرآن کریم میں اس سوال کو اصلی اور عقلی گردانتے ہوئے فرمایا "فاسئلوا اہل ذکر ان کنتم لا تعلمون" لیکن اسے تقلید جس منطق کے تحت بھی کہا گیا ہے یہ انتہائی قبیح اور شر انگیز ظلم ہے۔ کیونکہ تقلید بکرے کی گردن میں جوتا لٹکانے کو کہتے ہیں۔ کیوں ایک انسان اشرف المخلوقات جو بعض اوقات دانشور و دانشمند بھی ہوتا ہے کسی انسان کا بکرا بنے۔ اس انسان اشرف ومکرم عند اللہ کو بکرا کہنے کی توجیہ میں ایک روایت منسوب بہ امام حسن عسکری ہے جس میں کلمہ "ان یقلدوہ" ہے۔ علماء لکھتے ہیں تقلید آیت وروایت سے ثابت نہیں ہے جو روایت امام حسن عسکری سے نقل کرتے ہیں "من کان من الفقہاء صائنا لنفسہ مخالفا لھواہ مطیعا لامر مولا فللعوام ان یقلدوہ" آیت اللہ خوئی و دیگر علمائے رجال نے اس کے راوی کو مخدوش ومشکوک وغلات میں شمار کیا ہے۔ دوسری حدیث "الراد وعلیہم کالراد علینا" اس کو توقیعات امام زمان کہتے ہیں امام زمان موجود ہونے کے مفروضے کے تحت علماء نے توقیعات کو مسترد کیا ہے۔ کیونکہ کسی نے بھی امام زمان کے دستخط یا مہر کو نہیں دیکھا۔ چہ جائیکہ آپ کے نہ ہونے کی صورت میں یہ قول بلا قائل رہتا ہے، لہذا علماء دلیل تقلید کو جاہل کا عالم سے سوال کرنے کی سیرت عقلائی پر لے گئے ہیں یعنی نہ جاننے والے جاننے والے سے سوال کرتے ہیں۔ لیکن جس تقلید کے آپ داعی

ہیں اس میں آپ ایک کی تقلید کرنے کے بعد دوسرے کی طرف رجوع نہیں کر سکتے تقلید کرنے کے بعد اس کے ہر حکم کو ماننا آپ کا فرض بنتا ہے۔ یہاں تقلید کرنے کے بعد سوال و اعتراض نہیں کر سکتے۔ تقلید کرنے کے بعد اپنے مال کا حصہ اس کو دینا پڑتا ہے۔ یہ سب بیعت صوفی ہے، اسے تقلید نہیں کہہ سکتے، مجتہد کسی کے مال و جان پر تصرف نہیں رکھتے۔ لیکن موجودہ نظام تقلید میں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ اس لئے یہ تقلید نہیں بلکہ صوفیوں کی بیعت ہے۔

مجتہدین اپنے رسالۂ عملیہ میں لکھتے ہیں عام شخص جو کچھ بھی نہیں جانتا اسے چاہیے کسی مجتہد کی تقلید کر کے عام مسائل دینی میں انکے فتویٰ پر عمل کرے۔ مجتہد یہ بھی لکھتے ہیں کہ جان لیں عقائد اور تاریخی موضوعات میں تقلید جائز نہیں ہے۔ لیکن ہمارے ہاں دانشوران جو دانشوری سے بھی اوپر گریجویشن کی اسناد لینے والے بہت سے دینی احکام کو "میری سمجھ میں نہیں آتا" کہنے والے صرف اپنی دانشوری دکھانے کیلئے اور خود کو دوسروں سے مختلف و ممتاز اور علماء کے برابر دکھانے والے، علماء کو پھنسانے کے لئے پیچیدہ و پیچیدہ اور مشکل سوالات بناتے ہیں، لیکن جب خود پھنس جاتے ہیں تو دین کو قرآن و سنت تک لے جانے سے ڈر جاتے ہیں کہ کہیں پنڈورا بکس نہ کھل جائے، تب وہ کہتے ہیں ہم تو عام انسانوں میں شمار ہوتے ہیں، ہم تو مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں۔ بقول جناب محترم غلام حسین صاحب ہماری تمام تر ذمہ داریاں مجتہدین پر ہیں، وہ جانیں ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہم نے ان کی خدمت میں عرض کیا آپ سمیت وہ بھی قرآن و سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے چنانچہ اس سلسلے میں آیات قرآن شاہد و گواہ ہیں۔

مسلمات شیعہ:

آغا جواد صاحب نے ہمارے دماغ خراب ہونے کے شواہد میں سے ایک انکار مسلمات کو قرار دیا ہے لیکن آپ نے یہاں بھی ڈنڈا چلایا ہے۔ جس کے پاس امام مہدی کے بارے میں مسلمات نہیں ہیں، اس کے بارے میں کیا حکم ہے، کیا یہ سوال کرنے پر اسے مارنا چاہیے یا اس سے قطع تعلق کرنا چاہیے۔ آغا آپ کو انصاف کرنا چاہیے، آپ اور آپ کے عمائدین نے دین کے آدھے حصہ کو اپنے خاص حلقوں سے بھی چھپا کر رکھا ہوا ہے تو عوام الناس کو کیسے پتہ چلے گا یہ عقیدہ اس قوم کے مسلمات میں سے ہے۔ کیا مسلمات قوم صرف آپ چند بزرگان مخصوص کے نزدیک ہیں یا یہ سب کے نزدیک مسلمات ہیں۔ کیا متعہ آپکے مسلمات میں سے ہے جسے صرف شیخ محسن نجفی، شفا نجفی جانتے ہیں اور باقیوں کو اسکا پتہ نہیں ان کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

کتابوں کی اسناد کے حوالے سے بڑے سے بڑے علماء اعلام افتخار کرتے ہیں، مثلاً متعہ کے بارے میں محترم محسن نجفی نے فرمایا ہمیں شیعہ کتب احادیث کی بجائے سنیوں کی کتابوں پر زیادہ بھروسہ ہے جیسے متعہ صحیح مسلم کی احادیث کے تحت ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے اگر شراب اسلام میں جائز نہیں تو میں دین نصاریٰ کی روایات کے تحت شراب پیتا ہوں، اگر متعہ اس مذہب سے ثابت نہیں تو فلاں مذہب کے تحت کرتا ہوں۔ اس طرح آپ نے فرمایا امام مہدی کو سنی علماء نے دیکھا اور ان کی کتابوں میں بھی آیا ہے آپ ان کی کتابوں پر بھروسہ کر کے فرماتے ہیں۔ قارئین ہم بخاری و مسلم کی احادیث کا مذاق نہیں اڑاتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں بعد از کلام باری البخاری اور اسی طرح نہ الکافی ہمارے لئے کافی ہے۔ بلکہ ہم احادیث کو اسکے مقرر کردہ اصول و موازین سے گزارنے کے قائل ہیں۔ مسلمات جمع مسلمہ ہے کتاب مصطلحات المنظومہ فقہی ص ۲۸۷ پر آیا ہے مسلمات کی دو قسمیں ہیں معتقدات اور ماخوذات پھر معتقدات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ الواجب قبولھا

۲۔ المشھورات

۳۔ الوھمیات

ماخوذات کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مقبولات

۲۔ تقریرات

اس میں مصادرات بھی آتے ہیں لہٰذا دیکھنا ہوگا کیا مسلمات جس قسم کے بھی ہوں، انھیں ماننا پڑے گا چاہے وہ مشہورات یا وھمیات ہی کیوں نہ ہوں۔ انھیں تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اگر ایسا ہے تو دنیا کے تمام مذاہب باطلہ صحیح ہونگے، بت پرستی بھی مسلمات جاہلیت میں سے تھی، اسے بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ تمام علوم

کیفیات ،فلکیات وفلسفیات کوتسلیم کرنا ہوگا پھر تو کوئی تبدیلی تحقیق آئے گی نہیں اور جو اقدامات کلیسا نے روا رکھے، سب درست ہونگے لہذا ہمیں دیکھنا ہوگا کہ مسلمات عقلی ہیں یا مسلمات نقلی، مسلمات دینی ہیں یا مسلمات فرقہ ہیں۔اگر فرقہ سے ہیں تو مسلمات منفی ہونگے کیونکہ عقیدہ مہدی کے حوالے سے امام غائب ہے اور یہ سب کے مسلمات میں سے بھی نہیں ہے۔

کلمات اختتامیہ:

آغا جوادنقوی اور قارئین کرام سے توجہ کا طالب ہوں، میں یہاں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں طرف دار و دوست دار اہل بیت ہوں جو حافظ دین وشریعت محمدؐ ہیں، جنہیں اس امت میں سوائے فرقہ خوارج کے تمام امت تسلیم کرتی ہے کوئی ان سے دشمنی نہیں رکھتا۔لیکن دین محمد میں توسل یا اہل بیت کے نام سے اقسام و انواع کے شرک کو رواج دیا گیا اور اس عقیدے سے اختلاف کرنے والوں کو بھی دشمن علی متعارف کرایا گیا ہے۔اہل بیت کی محبت کا معنی یہ بنتا ہے انھیں امت محمد میں برتری حاصل ہے نہ یہ کہ وہ دین وشریعت الٰہی کے مقابل میں یا عامۃ المسلمین کے دین وشریعت سے مختلف کوئی شریعت جداگانہ رکھتے تھے۔جبکہ یہاں تعلیمات آل محمدؐ کے ذریعے محمد اور قرآن کی تعلیمات کو حذف کیا گیا ہے۔میں عقیدہ اثنا عشری پر تھا چنانچہ دارالثقافۃ الاسلامیہ کے منشورات اس کے گواہ ہیں میرا عقیدہ تھا کہ آئمہ منصوص من اللہ ہیں چنانچہ ہم نے استاد آصفی کی کتاب فلسفہ امامت نشر کی ۔

ہم نے یہاں دعاء ندبہ کو رواج دیا، دعا ندبہ چھپوائی اور اس کی تفسیر لکھی تھی۔میں اپنے گھر میں اسکا اہتمام کرتا تھا اور ہر مظلوم و بیچارہ کی فریاد کے حوالے سے اور اس ملت کی دادرسی کیلئے اسے رواج دیا لیکن بعد میں پتہ چلا یہ بعض گروہوں کی اختراع کردہ ہے جنکا ذریعہ معاش اور گذر اوقات لوگوں کو اندھیرے میں رکھنے سے منسلک ہے۔ان کے نام سے بنائی گئی تنظیموں نے امام مہدی کیلئے عریضے ڈالنے،ان کی ازدواجی تیاریاں، آپ کے نام سے بستیوں کا قیام جیسی خرافات کو فروغ دیا ہے۔ہم نے امام کو رو رو کر فریاد کر کے پکارا کہ حضور غیب سے ہماری رہنمائی فرمائیں،لیکن یہ سب کارگر نہیں ہوا۔اس حالت زار کے عالم میں آپ کی ولولہ انگیز قیادت کے ترجمان مشرب ناب اور امام مہدی کے بارے میں حضرت عالی کے بے سند فتاویٰ نے مجھے بہکایا ہے لہذا آپ نے ہمارے بارے میں درست فرمایا ہے۔

میری تمام کتابوں کے مصادر شیعہ مصادر ہیں لیکن میں پہلے دن سے سبّ ولعن وشتم خلفاء کا مخالف تھا،لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ فرقہ اثنا عشری کو بطور چھتری استعمال کرتے ہیں اور اندر سے اسماعیلی ہیں۔امام حسینؑ کو برائے نام استعمال کرتے ہیں اور اصل میں غالی ہیں۔کبھی کبھی بعض کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے گھوڑے اور جھنڈے کا مذاق اڑاتے ہیں اور ذاکرین کی مذمت کرتے تھے لیکن اندر سے ان کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ بعض کے مطابق اثنا عشریوں اور اسماعیلیوں کے اعتقاد میں صرف ۱۰ فیصد فرق ہے جبکہ ۹۰ فیصد تک اتفاق ہے۔اصل میں یہ ایک ہی تھے ان کی مثال آج کل کے محاورے کے تحت دائیں بائیں بازو جیسی ہے، آج آغا ساجد، راجہ ناصر، علامہ جوادنقوی سب ایک چشمے سے پانی پیتے ہیں۔

ہم شیخ محسن صاحب کو یہاں کے مایہ ناز عالم دین سمجھتے تھے،ان کے فرمودات ونصائح کو زرین اصول سمجھتے تھے۔جب آپ ہمارے گھر میں تشریف لاتے تو اسے اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے۔اس طرح آغا صلاح الدین کو ایک علمی و دینی اور دردمند شخصیت سمجھتے تھے۔ان میں سے کسی نے بھی خلوت وسرگوشی میں یہ نہیں کہا کہ آپ کی کتابوں سے انحراف کا شائبہ لگتا ہے۔ایران اسلامی میں امام خمینی اور رہبر نے جو نداء وحدت بلند کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے دارالتقریب کی بنیاد رکھی، تو مزید حوصلہ افزائی ہوئی امید ہوئی کہ پاکستان میں جو شیعہ سنی تنازعہ ہے،اس کا خاتمہ ہوگا لیکن جو ہوا اسکے برعکس ہوا اور فرقہ واریت انہی کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والے افتخار نقوی، آغا ساجد نقوی، راجہ ناصر، جوادنقوی آیت اللہ بہاؤالدینی کی سرکردگی میں مزید بڑھی۔ہر آئے دن فرقہ واریت میں ان کا کردار رہا ہے یہ سب نام تو خمینی وخامنہ ای کا لیتے تھے لیکن مرجع آقا خوئی وسیستانی کو دکھاتے تھے۔چنانچہ رہبر عظیم کے فتویٰ حرمتِ قمہ زنی میں خانہ فرہنگ میں محترم بہاؤالدینی کو اس حوالے سے مخالفت کرتے ہوئے دیکھا۔اسی طرح دارالتقریب اسلامی کے مقابل میں مجمع جہانی بنایا اور پھر ان کی طرف سے قرون وسطیٰ سے لے کر عصر حاضر تک کے تمام اختلافی مسائل کو زندہ کیا حتیٰ مسجد حرام میں نماز پر پابندیاں لگائیں۔

محترم آغا جواد صاحب ہم جب واہ کینٹ میں تھے تو ایک دفعہ آپ راولپنڈی میں خطاب فرما رہے تھے۔ایک دن ہمارے کچھ دوست جو آپ کے سامعین

اور پابندی سے درس لینے والے جناب شجاعت صاحب بمعہ اعجاز بلوچ اور بمعہ کچھ احباب کے ہمارے ہاں تشریف لائے اور آپ کا ذکر خیر چلا۔ میں نے درس کا عنوان پوچھا تو انہوں نے کہا تفسیر ولایت در تفسیر زیارت عاشورا۔ میں نے عرض کیا آپ نے زیارت عاشورا کی کیا تفسیر فرمائی ہے، انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے زیارت عاشورا آئمہ کا کوڈ لفظ ہے، جس طرح عسکری قیادت کوڈ جاری کرتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا لیکن میں خاموش ہو گیا اور مزید سوال نہیں کیا ان کے جانے کے بعد میرے ذہن میں سوالات کی بوچھاڑ ہوئی اور مجھے نیند نہیں آئی، اٹھ کر مفاتیح الجنان دیکھی کہ آخر یہ زیارت کس امام سے منصوب ہے لیکن یہ مفاتیح میں نہیں ملی۔ مفاتیح میں صرف اس دن کے لئے دعا کرنے کا امام صادق سے نقل ہے، زیارت کا کوئی ذکر نہیں ملا۔ پھر جب کراچی آیا تو پہلی فرصت میں تفسیر زیارت عاشورا والی کتاب تلاش کی، اس میں اس زیارت کی عبارت تو نہیں ملی لیکن اس کی سند میں لکھا ہے کہ کسی نے کسی مجہول الحال انسان سے سنا تھا کہ ہر مرض و مشکل و پریشانی اور دکھوں کے علاج کے لئے یہ بہترین حل اور کلید حاجات ہے۔

میں اس وقت آپ کی تبلیغات سوء کی وجہ سے اجتماعی و ثقافتی حصار اور نرغے میں ہوں حتیٰ بیٹی بیٹے اور دو داماد وں کے بائیکاٹ میں ہوں، آپ عیش و نوش والی شاہانہ و متکبرانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر باہر نکلیں تو اس آیت کے مصداق بنتے ہیں "**فخرج علي قومه في زينه**" یہ تمام سہولتیں آپ کو جنہوں نے دی ہیں، وہ اس لیے ہیں کہ دین میں موجود خرافات کو جوں کا توں رکھیں بلکہ ان کی حفاظت آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ شیخ محسن نجفی، آغا صلاح الدین نے ایک بیچارے مولوی شکور جس نے شیعوں کے آتش پرستی کے آتش کدہ کو ایک بالٹی بھر پانی سے خاموش کرنے کی کوشش کی تو آپ لوگوں نے اس کی شدت سے مذمت کی۔ افغانستان میں جب بتوں کو توڑا گیا تو آغا مرتضیٰ زیدی صاحب نے شدت سے اسکی مذمت کی، بلتستان کے ازدواجی مراسم میں عیش و نوش اور اسراف کا ہم نے بائیکاٹ کیا تو جعفری صاحب نے ہماری مذمت کی، اس کے علاوہ آغا ساجد صاحب خود بہ نفس نفیس گھوڑے کی لگام پکڑتے ہیں۔ اگر آپ کے لئے ان تمام امور کی حفاظت کیلئے ایران یا کہیں اور سے پیسے لینا جائز ہے تو کیوں مجھے مدارس دینی میں قرآن و سنت محمدؐ کو نصاب میں رکھنے اور عزاداری سے خرافات وا کا ذیب کو نکالنے کیلئے متہم کیا جاتا ہے، اگر مجھے کوئی اس حوالے سے رقم دے تو کیوں ناجائز ہوگا۔ کیا میں نے اس کے علاوہ اور کوئی کام کیا تھا جس کی پاداش میں میرے ساتھ یہ سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اسی طرح توسل یعنی بندے اور اللہ کے درمیان وسیلہ کے لئے گھوڑے، جھولے، جھنڈے، پنجرے بنانا اور پتھر کے بت بنانے میں مشرکین اور متوسلین دونوں کی ایک ہی منطق ہے کہ ہمیں اللہ سے ان کے ذریعے قرب چاہیے، جبکہ دونوں آیت "من دون اللہ" میں شامل ہیں۔ محترم محسن نجفی صاحب نے آیت "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِین" پر حاشیہ لگایا ہے کہ "اگر وسیلہ اللہ سے متصل ہوا، اللہ کی طرف سے ماذون ہو تو اس صورت میں غیر اللہ سے استعانت قباحت نہیں رکھتی" حسب اصطلاح اصولی یہ متوسلین کا حاشیہ ہے۔ آپ توسل اور امام مہدی کو قرآن اور سنت محمدؐ سے ثابت کریں نہ کہ غالیوں کے عقائد سے یا رقم دے کر کرائے پر لکھی گئی کتابوں سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش نہ کریں۔ آپ حضرات فرقے کو دلیل سے ثابت کرنے سے عاجز و قاصر ہونے کے بعد دھرنے، جلوس، وحشت، دہشت، تہمت سے ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

آخر میں میں جناب عالی قدر اور عمائدین درسگاہوں کو تین حقیقت ناصحہ جاریہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ اس وقت پورے میں ملک میں اس منطق کا رواج ہے کہ مسائل کو تشدد اور انتہاپسندی کی بجائے افہام و تفہیم اور مکالمے سے حل کرنا چاہیے۔

۲۔ قرآن کریم کی دو آیات میں آیا ہے جو نہیں جانتا وہ اہل علم و دانش سے پوچھے۔

۳۔ علماء فرماتے ہیں مجتہد و فقیہ قرآن و سنت سے استناد کر کے مسائل کا جواب دیتے ہیں۔

انہی مسلمہ اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے بھی وسیع و کشادہ فضاء فقہ و اجتہاد میں بحث و تحقیق کے اوقیانوس میں غواصی کرنے والے علماء حوزہ قم سے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات طلب کئے ہیں اور ان سے گذارش کی ہے کہ وہ قرآن و سنت سے استناد کرتے ہوئے ان سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں۔ ہماری قارئین سے بھی گذارش ہے کہ وہ اس حوالے سے ہماری معاونت فرمائیں گے۔

حضرات لائق وتجلیل وتقدیس علماء اعلام پاکستان!

آپ سے مخاطب ہونے کا آغاز قرآن کریم کی آیت ﴿فَقُلْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ ﴾ سے کرتا ہوں! (انعام ۵۴)

بڑھاپے کی شدت اور کراچی کے ماحول کے باعث میں پارکوں اور راستوں پر چلنے سے احتیاط برتنے کی وجہ سے پچھلے کئی سالوں سے اپنے گھر میں محبوس ہوں لیکن ذہن میں سوالات' استفسارات' اشکالات واعتراضات کے انبار لگے ہوئے ہیں ۔دوسری طرف مغربی وثقافتی جنگ نے گھروں تک رسائی حاصل کر لی ہے اور وہ طرح طرح کے طریقوں سے دین اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں ۔طویل عرصہ غور وغوض کرنے کے بعد میرے اندر یہ ہمت وجرأت در آئی کہ کیوں نہ اپنے ملک کے مایہ ناز جید وممتاز واصل مقام ارشد واجتہاد سے متصل ہوا جائے جہاں یہ ذوات سائل ومعترض کے لئے پیشگی ان " قلتَ قلت" کے انبار لگا کر اپنی اپنی تکیہ گاہوں پر رونق افزاں ہیں، امید واثق ہے بحکم آیت ﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ لاَنُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلاَشُكُورًا ﴾ ﴿إِنْ أَجْرِيَ إِلاَّ عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ علماء اعلام صاحبان کی خدمت میں مندرجہ ذیل سوالات واشکالات پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں:

آپ حضرات خوش بخت وسعادت مند ہیں جو فضاء علوم ومعارف میں ہر سائل کیلئے آپ کے پاس ان قلتَ قلت کے انبار ہیں، کوئی سائل یہاں سے محروم نہیں جاتا لیکن سوالات کے جوابات دیتے وقت آپ اکثر خلاف قرآن رویہ اپناتے ہیں جو بہت سے سائلوں کے لئے تکلیف دہ اور شرمندگی کا باعث بنتا ہے آپ" واما السائل فلا تنهر "کا پاس نہیں رکھتے ۔بہت سے سائل اس وجہ سے آپ کے دروازے پر دستک دینے سے کتراتے ہیں ۔علم جدید نے جہاں اور بہت سی مشکلات کا حل پیش کیا ہے وہاں اس مشکل کا بھی حل پیش کیا ہے ۔چنانچہ بالمشافہ اور نزدیک سے سوال کرنے سے خوف اور کترانے والے سائلین کیلئے جدید وسائل نے ای میل کی سہولت دی ہے جو اس وقت سب کے لئے میسر ہے ۔

جناب عالی! میرا سوال کوئی علمی اور پیچیدہ نوعیت کا نہیں بلکہ ایک عامیانہ اعتقادی نوعیت کا ہے جو پہلے عدم توجہ یا موانع ومشکلات کی وجہ سے ذہن میں نہیں آیا۔آپ کی خدمت میں سوالات پیش کرنے سے پہلے آپ کی توجہ ایک اور مسئلے کی طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔اس وقت پاکستان میں مردم کشی کے نئے انداز اپنی عوج پر ہیں گرچہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، دوسرا میرا وجود ان کیلئے کسی فائدے کا بھی حامل نہیں لیکن میں بے مقصد فضیلت شہادت کا بھی قائل نہیں ہوں اس لئے مرنے سے ڈرتا ہوں ۔بعض علماء کو فرماتے سنا تھا، مومن کو مرنے سے نہیں ڈرنا چاہیے لیکن میں انکی اس بات سے مطمئن نہیں ہوں کیونکہ اس میں دو طرح کے اشکال پیش آتے ہیں ایک تو میں اس درجہ ایمان پر نہیں دوسرا حضرت موسیٰ کو جب اللہ نے حکم دیا فرعون کے پاس جائیں تو آپ نے فرمایا مجھے ڈر ہے یہ لوگ مجھے قتل کریں گے ۔اگر شہادت کوئی قدر والا مقام ہوتا کہ بغیر کسی شرائط کے اسے حاصل ہی کرنا ہے تو موسیٰ کو نہیں ڈرنا چاہیے تھا۔اسی طرح حضرت محمدؐ کا جب مشرکین نے محاصرہ کیا تھا تو آپ کو بھی موت سے نہیں ڈرنا چاہیے تھا! سوالات شروع کرنے سے پہلے آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اسئلک آتا ہے قُلتُ نہیں آتا اس لئے اس حوالے سے پیشگی معذرت چاہتا ہوں۔

ا۔ تواتر:

ا۔ تواتر معنوی: علماء اعلام روایات کی حجت ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں روایات متواترہ حجت ہیں۔اگر کوئی ہم سے سوال کرے ہمارے ہاں کتنی روایات متواترہ موجود ہیں تو کیا ہم انکی تعداد بتا سکتے ہیں ۔

۲۔ کیا روایات متواترہ ہونے کیلئے نقل کافی ہے کہ فلاں مجتہد نے کہا ہے یہ روایت متواتر ہے یا ہمیں از خود مدعی کیلئے اس تواتر کو دلائل سے ثابت کرنا ہوگا۔

۳۔ کیا تواتر بہت سی کتابوں میں ہونے کا نام ہے یا تواتر کیلئے روایت کا اپنی تمام اسناد میں تواتر سے آخری سند تک پہنچنا ضروری ہے۔

۴۔ علماء اعلام فرماتے ہیں تواتر کی دو اقسام ہیں ایک تواتر لفظی ہے جسے کافر ومنافق ومسلمان سب نے نقل کیا ہے مثلاً قرطبہ اندلس میں' مسجد اموی دمشق میں' کعبہ حجاز میں' اس میں مسلمان وکافر ومنافق سب متفق ہیں ۔دوسرا تواتر معنوی ہے جس میں روایات اپنی جگہ احاد، صحیح، ضعیف مرسلہ مقطوع السند ہیں ان سب کو جمع کرنے کے بعد تواتر کہنے کا مفہوم ہماری سمجھ میں نہیں آتا، اسکے حجت ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملتی ۔

۲۔فقیہ ومجتہد کی جائیگاہ:

آیا فقیہ ومجتہد کا مقام وہی ہے جو دیگر دانشگاہوں جیسے طب، اقتصاد، دواسازی اور جراحی وغیرہ سے فارغ التحصیل کا ہوتا ہے۔جہاں وہ تقریباً بیس تیس سال پڑھ کر فارغ ہونے کے بعد میدان عمل میں وارد ہوتے ہیں۔کیا انکی حیثیت اس طوطے کی سی ہے جو جتنی باتیں کرے گا، اتنی قیمت پائے گا یا وہ نامعقول اور نامفہوم اختیارات کی بات نہیں کرتے۔اسی طرح کیا فقیہ مجتہد بھی تحقیق کے بغیر اور اجتہاد کی سند لینے کے بعد شارح مقدس کی طرف سے کچھ ایسے اختیارات حاصل کر لیتے ہیں کہ جس کے تحت وہ مقام'' لایسئل عما یفعل '' کے مالک بن جاتے ہیں یا وہ'' ان مسئول عما قال او عما فعل '' کے مصداق بنتے جا رہے۔ دانشگاہوں سے فارغ التحصیل کوئی بھی شخص چاہے وہ طبیب، دواء ساز ہو جراح یا مسئول ادارات ہو یا سفارت کار ہو، کوئی بھی غلط کام سرانجام دے گا تو قانون مجازات کے تحت، انھیں سزا و جرمانہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔لیکن فقہاء کے بارے میں کہتے ہیں ان کی صحیح بات کے لئے دو اجر ہیں اور غلطی کے لئے بھی ایک اجر ہے۔ان کا یہ امتیاز دین اسلام کے کون سے موازین کے تحت ہے، کیا عرف فقہ اسلامی میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔جبکہ قرآن میں برائی کیلئے برائی کی جزاء ہے اسی طرح بعض روایات اور نہج البلاغہ خطبہ ۱۷ میں اس کی بہت مذمت آئی ہے بیان فرمایا ہے:

یذری الروایات اذراء الریح الهشیم .لاملی .واللہ .باصدار ما ورد علیه، ولا اهل لما قرظ فوض به، لا یحسب العلم فی شی ء مما انکره، ولا یری ان من وراء ما بلغ مذهبا لغیره، وان اظلم علیه امرا کتتم به لما یعلم من جهل نفسه.

"وہ روایات کو اس طرح درہم برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔اللہ کی قسم! وہ ان مسائل کو حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پوچھے جاتے ہیں اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔جس کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابلِ اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا وہاں پہنچ سکتا ہے۔اور جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی جہالت کو خود جانتا ہے''۔

۳۔عورتوں کا مہریہ:

مروجہ مہریہ نکاح کے بارے میں کثیر شکوک وشبہات عارض ہوتے ہیں۔نوجوان نسل میں یہ شکوک وشبہات پیدا کرنے میں اہل مغرب کی ثقافتی یلغار جو اندھا دھند بمباری کی صورت میں جاری ہے بھی معاون ہیں۔دوسری طرف اس باب میں وارد متضاد احادیث، مجتہدین کے فتاویٰ اگر مگر، احوط اقویٰ سے ملفوف جوابات، قرآن اور سنت نبیؐ سے خالی مقام والا اجتہاد و فقاہت کے ساتھ علوم عربی و منطق و فلسفہ میں تبحر و تسلط رکھنے والوں کے علاوہ دنیائے جدید کے علوم حاصل کرنے والوں کا بھی کردار ہے جنکی منطق یہ ہے کہ ہمیں دنیا کے ساتھ چلنا چاہئے، ان خواہشات نے انہیں پاگل بنا دیا ہے۔

اطمینان بخش جواب نہ ملنے، افراط وتفریط کی دلدل نے اس موضوع مہریہ کو سنگین بنا دیا ہے۔سائلین کے اذہان کئی سوالوں کے جوابات چاہتے ہیں مثلاً حق مہریہ کے بارے میں قرآن میں آیا ہے قنطار بھرا سونا مہریہ میں دیا ہو تو یہ اس کے لئے حلال خالص ہے۔یہاں غبن تدلیس نقلی واصلی، درجہ اوّل و دوم کے بہانے نہیں چلتے۔دوسری طرف مہریہ ایک کھدر کی چادر، مٹھی بھر گندم یا ایک سورے کی تلاوت بتایا جاتا ہے۔کیا یہ افراط وتفریط کسی انسان کیلئے قابل قبول ہے؟ کیا کوئی دکاندار چاہے تھوک کا ہو یا پرچون کا اپنی اشیاء میں اس قسم کا افراط وتفریط قبول کرے گا۔بلکہ وہ اپنے سامان کی منہ مانگی قیمت وصول کرتا ہے اور معمولی سی افراط و تفریط بھی قبول نہیں کرتا۔ایسی صورت میں مہریہ کے حوالے سے جو افراط وتفریط بیان کی گئی ہے کیا اذہان اسے قبول کریں گے؟ اسی طرح علماء فرماتے ہیں یہ حق بضع ہے کبھی فرماتے ہیں یہ ملاقات کی مٹھائی ہے، کبھی فرماتے ہیں رمز وفاداری ہے۔حقیقت کیا ہے، اسے واضح ہونا چاہئے۔

۴۔عترتی:

حدیث ثقلین میں یہ کلمہ تین جہات سے مورد سوال ہے۔جہاں آپ کہتے ہیں اس میں قرآن وسنت نہیں آیا بلکہ قرآن اور عترت کی اتباع آیا ہے۔

۱۔کلمہ عترتی میں وہ کونسا معنی پوشیدہ ہے جو کلمہ اہل بیت میں نہیں تھا؟ جس کی وجہ سے نبی کریمؐ نے اہل بیت کی جگہ یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

۲۔یہ کلمہ عترتی دیگر روایات میں سنتی کی جگہ ہے یہاں اس سنتی کی جگہ عترتی کو ثابت کرنے کیلئے کون سی ترجیحات پیش کریں گے۔

۳۔عترتی سے تمسک ۲۶۰ھ سے منقطع ہے۔اگر کہتے ہیں میری عترت کی صورت میں موجود ہے تو آپ ہمیں ایک حدیث ان سے لا دیں۔

۴۔اس صورت میں خود نبیؐ کریم کے فرمودات کو کہاں سے ثابت کریں گے۔

۵۔اگر قرآن کی کسی آیت کے بارے میں شک وتردد پیدا ہو تو اس شک کے رفع کیلئے کس کی طرف رجوع کریں؟

۵۔طواف النساء:

آپ نے اعمال حج میں ایک طواف بنام طواف نساء اضافہ کیا گیا ہے اس طواف کے انجام کے بغیر حرمت عمل نکاح رفع نہیں ہوتی جبکہ روایات میں اس کو طواف زیارت کے بعد حلال گردانا گیا ہے۔نبیؐ کریم منیٰ سے واپسی پر صرف طواف زیارت کر کے چلے گئے تھے۔آپ اس طواف کی قرآن وسنت سے کیا سند رکھتے ہیں؟اس کا کس آیت اور روایت معتبرہ سے استناد کریں گے؟

۶۔وضو میں سر کا مسح:

آیت قرآن کریم میں تمام سر کا مسح ہے جبکہ آپ بعض پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس کا استناد کلمہ باء سے کرتے ہیں جبکہ کلمہ باء کیلئے جو معانی علمائے نحو نے بیان کئے ہیں ان میں معنی بعض کا ذکر نہیں ہے اگر کہیں بطور شاذ استعمال ہوا ہے تو آپ کلمہ شاذ کو قرآن پر ٹھونس نہیں سکتے۔

۷۔موقع محل کے تناظر میں فتاویٰ:

دوران طالب علمی میں ہم نے مجتہد کی تعریف میں سنا تھا مجتہد وہ ہوتا ہے جو عارض مسائل کو قرآن اور سنت سے استنباط کر کے بتائے۔لیکن گزشت زمان کے بعد فقہاء ومجتہدین نے وقت وحالات کے پیش نظر از خود فتاویٰ صادر کرنا شروع کئے بعض کو اس حوالے سے داد وتحسین ملی کہ ان کا فتویٰ تاریخ میں مثال بنا۔ان کے فتویٰ نے ایک قسم کے ترمیمی بل جیسی صورت اختیار کر لی ہے جہاں مجتہد کتاب وسنت نبیؐ سے ہٹ کر وقت وحالات کے تناظر میں بعض مباح کو واجب قرار دیتے ہیں۔چنانچہ مجتہدین کے علاوہ بھی بعض نے ایسے فتوے دینے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے مثلاً آج سے دس سال پہلے مکہ میں مقام بعثہ رہبری میں ہم جناب قائد محترم علامہ ساجد اور تقی شاہ کی معیت میں آیت اللہ مکارم شیرازی سے ملنے گئے تو جناب ساجد اور تقی شاہ صاحب نے فرمایا عزاداری گرچہ دیگر جگہوں پر مستحب ہے لیکن پاکستان میں ہم اسے واجب سمجھتے ہیں۔اس طرح جنوبی افریقہ میں مقیم جناب آفتاب حیدر صاحب نے فرمایا آج جو حجاب ہمارے ہاں رائج ہے وہ واجب نہیں ہے۔اس سے چند سال پہلے حوزہ قم سے یہاں تشریف لانے والے بعض افراد امثال جناب حسین مرتضیٰ و دیگران نے فرمایا اس دور میں سود کو حرام قرار دینا مشکل ہے۔

اس سے پہلے لبنان سے صادر ہونے والے مجلہ بینات میں آیا تھا مغرب میں آج کل تعلیم اور حجاب دونوں کو ساتھ لے کر نہیں چل سکتے لہٰذا تعلیم کی خاطر حجاب سے دست بردار ہو جائے تو کوئی اشکال نہیں ہوگا۔اسی طرح سابق زمانے میں تشبیہ یہود ونصاریٰ اختیار کرنا حرام تھی لیکن ٹائی جو خاص تشبیہ نصاریٰ ہے بلکہ عین شناخت مسیحی ہے کیونکہ یہ صلیب کا نشان ہے لیکن جناب آفتاب حیدر صاحب نے فرمایا ٹائی لگانا حرام نہیں ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے،آیا مجتہدین واقعاً قرآن و سنت پیغمبر اسلام کے خلاف بھی فتویٰ دے سکتے ہیں مثلاً کھیل کود کا جواز جسکی قرآن کریم میں انتہائی شدت سے مذمت کی گئی ہے لیکن آج کل اس کی سرپرستی علماء حضرات فرماتے ہیں۔ایسے علماء کے فتویٰ کو دیکھ کر دوسری طرف ہماری اسمبلیوں کا یہ وطیرہ بن گیا ہے کہ وہ ہر سال مغرب کی خواہش یا دباؤ میں آکر آئین میں تبدیلی اور ترامیم کرتے ہیں۔

۸۔تاریخ اور مسلمین:

دنیا بھر کے ملل ونحل نے اپنی درسگاہوں میں تاریخ کو نصاب میں رکھا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اپنی تاریخ کو دوسروں کی درسگاہوں کے نصاب میں شامل کراتے ہیں۔یعنی یہ لوگ تاریخ کو انتہائی اہمیت دیتے ہیں لیکن ہم مسلمان شیعہ ہوں یا سنی،ہمارے دینی مدارس میں کہیں تاریخ نصاب میں نہیں ملتی،البتہ سرکاری درسگاہوں کے نصاب میں تاریخ موجود ہے،لیکن وہ بت پرستوں اور مغرب والوں کی تاریخ ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے پاس تاریخ کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ سننے میں آیا ہے بعض کے نزدیک تاریخ ضد ونقیض کا مجموعہ ہے جو قابل فہم نہیں یا ہماری تاریخ دوسروں نے لکھی ہے یا ہماری تاریخ وقت کے حکمرانوں اور جنایتکاروں کے صفحات پر مشتمل ہے۔چنانچہ کہتے ہیں مسلمانوں میں قدیم زمانے سے عصر حاضر تک قتل وغارت گری کا واحد سبب یہی تاریخ ہے۔اس

تاریخ نے مسلمانوں کو نا قابل تلافی نقصانات پہنچائے ہیں لہذا ہمیں اس میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا بلکہ اس سے مزید فتنے بڑھیں گے۔ان تاثرات کی روشنی میں کیا تاریخ سے صرف نظر کرنا ہمارے دین کے مفاد میں ہوگا؟ یہ بہت خطرناک فکر ہے جسکا اختتام نا قابل برداشت نقصان پر ختم ہوگا۔ہمارے حوزے سے فارغ التحصیل علماء کو بھی ان سوالات کا سامنا ہوگا،لہذا ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اس حوالے سے قرآن وسنت ہمیں کیا ہدایت دیتے ہیں، کیا ہمیں تاریخ سے دور ہی رہنا چاہیے یا جیسی تاریخ ہو،اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔

تاریخ اسلام مولود قرآن وسنت ہے،اس کے باوجود بہت سے مسلمان بلکہ بعض علماء و دانشوران اس سے بدظن ہیں۔انھیں پتہ نہیں تاریخ اس دین کا حصہ ہے،یہ اس بات سے نابلد ہیں کہ مسلمانوں کو تاریخ نویسی کی ضرورت کیوں اور کیسے پیش آئی۔ہمارے دین کا دوسرا مصدر سنت محمدؐ ہے جس تک رسائی تاریخ نقلی سے ہی ممکن ہے۔اس میں عادل ومجروح دونوں قسم کے ناقل موجود ہیں اور انکی شناخت تاریخ سے ہی ممکن ہے چنانچہ تاریخ میں صحیح وغلط جانچنے کیلئے تحقیق اور اجتہاد کرنا چاہیے بلکہ اسے جز نصاب دین میں شامل کرنا چاہیے۔

۹۔قرآن اساس،سنت تابع قرآن ہے:

دین مقدس اسلام میں ایسے بہت سے مسائل فقہی ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم میں تفصیل سے بیان ہوا ہے لیکن بعض ایسے مسائل ہیں جنہیں فقہاء نے بیان فرمایا ہے جو ہمیں قرآن میں نہیں ملتے اور ان پر زیادہ تندی اور سختی سے زور دیا جاتا ہے۔مثلاً سنگسار کرنا،متعہ وغیرہ۔قرآن میں نبی اکرم ﷺ کی حیثیت مبلغ،رسول،شاہد اور نذیر کی ہے آیت ''**وما اتاکم رسول فخذوا ومانھی کم انکم فانتھو**'' کے تحت کسی قسم کا اضافہ از خود پیش کرنے سے منع فرمایا ہے۔جہاں قرآن نے کوئی حکم تفصیل سے بیان کیا ہے اور نبی از خود مستقل ایک نئی شق کا اضافہ کریں یہ کیسے ممکن ہے۔

۱۰۔میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے:

کہتے ہیں امت محمد یعنی امت اسلام کے تہتر فرقے ہیں۔جبکہ ان میں سے شیعہ جو اقلیتی فرقہ ہے ان کے حصے میں علماء فرق شناسی شیعہ جیسے نوبختی، سعد اشعری نے شیعوں کے ۴۵ سے پچاس فرقے ذکر کئے ہیں۔اس لحاظ سے سنی جو اکثریت میں ہیں یقیناً ان کے حصے میں پچاس سے زیادہ فرقے آئیں گے اس طرح کل فرقے کم سے کم سو سے بڑھ گئے ہونگے کیونکہ انسانوں کی مانند فرقوں کی پیدائش بھی جاری ہے۔اس سے آگے کہتے ہیں ان میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے،باقی سب جہنمی ہوں گے،یہ بھی نبیؐ کریم سے منسوب کیا جاتا ہے گویا نبی کریمؐ اپنی امت کیلئے بشارت رحمت نہیں بلکہ فال بد دے کر گئے ہیں۔جب ایک فرقے کا ناجی ہونا حدیث سے ثابت ہے تو اس صورت میں دونوں کے پاس احادیث ہیں جہاں شیعہ کہتے ہیں ''**یا علی انت وشیعتک ھم الفائزون**'' اور اہل سنت کے پاس حدیث ہے کہ میرے اصحاب کے پیروکار ناجی ہونگے۔یہاں ان دو متضاد دعووں میں قاضی کون ہوگا،مصدر قضاوت کیا ہے جو دونوں کو قابل قبول ہو۔کیونکہ اگر قاضی شیعہ ہونگے تو شیعہ کے حق میں فیصلہ ہوگا اور اگر قاضی سنّی ہوں گے تو سنی کے حق میں فیصلہ ہوگا۔اگر کسی قادیانی،اسماعیلی، مسیحی یا ہندو کو قاضی بنائیں گے تو یہ طاغوت کی طرف جانا ہوگا،یہاں قضاوت نجات کس اصول و بنیاد پر ہونگے انکی وضاحت ضروری ہے۔

۱۱۔عقد متعہ:

عقد نکاح کی دوسری شکل وصورت کے لئے کلمات متشابہ **فما استمتعتم فاتوھن اجورھن** جیسے کلمات سے استدلال کیا جاتا ہے۔جبکہ آیات متشابہ سے استدلال و استناد علامت نفاق ہے۔وسائل الشیعہ ومستدرک میں دو تین سو سے زائد مرسلات مقطوع سند کی وجہ سے فقیہ واصول کبیر مرحوم آیت اللہ خوئی و دیگر علماء نے شرمندہ ہو کر صحیح مسلم کی روایات سے استدلال کیا ہے جو اپنی جگہ مستدرک جیسی ہی ہے۔لیکن دوسری طرف اسے تمام حقوق زوجیت سے محروم رکھا ہوا ہے۔اس سے بعض علماء کی خواہشات تو پوری ہو رہی ہیں لیکن زیادہ استفادہ این جی اوز ہی کر رہی ہیں۔یہاں میرا سوال ہے کہ جس عورت سے متعہ ہوا گر وہ زوجہ ہے تو کیوں اسے ارث سے محروم رکھا گیا ہے۔قرآن کریم میں ارث کو زوجہ سے استناد کیا گیا ہے دائم ومتعہ سے نہیں۔ہماری حیرت اس وقت اپنی انتہا کو پہنچی جب قاضی شریعہ بلتستان جناب شیخ صادق نے فرمایا قرآن میں زوجہ کا ارث ہونے سے کیا ہوتا ہے ہم یہاں بلتستان میں نہیں دیتے ہیں،کیا یہ کتاب اللہ سے کھلی بغاوت نہیں ہے۔علماء کو چاہیے مسائل کو دلائل سے استناد کریں نہ کہ اسلام کے خلاف دہشت گردی کا رویہ اپنائیں۔

۱۲۔امام کے بارے میں روایات متناقض ومتضاد:

بعض روایات میں آیا ہے معرفت امام ضروریات اولین میں سے ہے اور امام کی معرفت کے بغیر موت جاہلیت کی موت تصور ہوگی ۔یہاں چند نکات بنتے ہیں۔

(۱)۔کہتے ہیں کہ امام کی معرفت اللہ اور رسولؐ کے علاوہ کسی کے لئے میسر نہیں۔

(۲)۔کہتے ہیں کہ آخری امام کا نام بتانا حرام ہے لیکن اس کے باوجود کہتے ہیں ان کا نام مہدی' کنیت ابا صالح' لقب قائم' فرزند امام حسن العسکری' ماں کا نام نرجس خاتون ہے۔

(۳)۔غیبت یعنی امت سے دوری' کنارہ کشی یعنی امت کو بغیر رہبر وہادی کے امتحان میں مبتلاء کیا ہے۔اس کے باوجود کہتے ہیں امام غیبت میں رہ کر ہماری ہدایت کرتا ہے۔

(۴)۔کہتے ہیں انھیں دیکھنے کا دعویٰ کرنے والے جھوٹے ہیں ۔اس کے باوجود انھیں دیکھنے والوں کی فہرست میں ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ان کے ظہور کے وقت کا تعین کرنے والے جھوٹے ہیں، انہیں کوئی نہیں جانتا، اس کے باوجود جناب بہلول اور آیت اللہ بہجت نے سال مہینوں کی بشارت دی۔آپ کی نیابت کیلئے محترم مرتضیٰ زیدی نے محلّہ بھی بنایا ہے نمی دانم اور کیا کیا تیاریاں ابھی ہوئی ہیں ۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کیا ایسے متضاد بیانات دین میں سوفسطائیت پیدا کرنا نہیں ہے۔ آپ سے درخواست ہے ان تضادات کو رفع فرمائیں۔

۱۳۔نابالغ حاکم:

دین اسلام میں نابالغ کو تصرف کا اختیار نہیں دیا گیا اور اسے امورات شخصی واجتماعی میں گرداناگیا ہے۔حتیٰ کہ فی زمانہ بلوغت سیاسی میں بلوغت شرعی سے زائد عمر کی شرائط عائد کی گئی ہیں ۔اس تناظر میں شیعہ اثناعشری میں دواماموں کا نام آتا ہے جنکی عمر منصب امامت سنبھالتے وقت ۸۔۹ سال کی تھی۔حتیٰ بنی امیہ و بنی عباس نے بھی اسکا خیال رکھا جہاں انہوں نے اپنے نامزد حاکم کی بلوغت تک اس منصب پر کسی وزیر کو متعین کیا۔اس سلسلہ میں محترم احمد خاتمی اور رسول جعفریان نے جو جواب دینے کی زحمت فرمائی ہے اس سے مطمئن ہونا تو دور کی بات ہے بلکہ یہ مزید دلائل کے محتاج ہیں۔جہاں آپ نے لکھا ہے ان میں سے بعض قبل از بلوغ بالغ ہوتے ہیں ۔بلوغت کی اقسام انواع شریعت میں بیان ہوئی جن میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے اسی وجہ سے اس وقت کے آپ کے معتقدین نے امام رضا کی وفات کے بعد یا امام جواد کے بعد توقف کیا تھا۔

۱۴۔نورِ آلِ محمد خلقتِ عالم سے پہلے:

اسی طرح یہ عقیدہ کہ آل محمد کا نور خلقت عالم سے پہلے موجود تھا۔اس نور اور مجوسیوں کے نور میں کیا فرق ہے جہاں وہ کہتے ہیں عالم خیر اور نور سے خلق ہوا ہے۔آپ سے گذارش ہے ان دونوں میں فرق بیان فرمائیں۔پھر تقسیم موجودات میں جہاں کہتے ہیں "الموجود امامجرد او مادی"۔نور مجرد میں آتا ہے یا مادہ میں؟ آیا نور مولو د مجرد ہے یا مولو د مادہ؟ نور بذات خود موجود مادہ ہے۔نور آل محمد کا اصلاب (صلب) میں منتقل ہونا کیا تناسخ نہیں ۔نور مجوسی اور نور آل محمد میں فرق کیا ہے۔؟

۱۵۔قضاوت از حاکم جور:

بعض روایات آئمہ میں اپنے شیعوں کو وقت کے قاضیوں کے پاس فصل خصومات کی درخواست لے جانے سے منع فرمایا گیا ہے اور اس حوالہ سے اپنوں میں سے کسی کو انتخاب کرنے کا حکم موجود ہے۔طبیعت خصومت ہے کہ ہمیشہ سے قدرت مند ضعیف پر دست درازی کرتا ہے اور اسکے حق کو دباتا ہے۔جس کی مثال آیت قرآن میں ہے کہ اس کے ۹۹ گوسفند ہیں اور میرے پاس ایک ہے اور یہ اس پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔لہٰذا فیصلے کیلئے جب تک کسی قدرت مند کے پاس نہیں جائیں گے فیصلہ نہیں ہوگا۔قضاوتی ادارے حکومت کی طرف سے ہیں لیکن ان کے پاس جانا حرام کہا جاتا ہے دوسری طرف اپنے قاضیوں کی طرف جانے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ہمارے بلتستان کے علماء پوری دنیا کے علماء سے مختلف ہیں چونکہ ان کے پاس قدرت نفاذ نہیں لہٰذا انکا فیصلہ مثل فتویٰ ہے یہاں نفاذ حق یقینی

نہیں۔دوسری طرف سرکاری قاضی اس باب میں دس پندرہ سال دروس لیتے اور کتب بینی کرتے ہیں لیکن علماء حوزہ کے پاس صرف ونحو یا زیادہ سے زیادہ ''لمعہ'' کے باب فقہ کے علاوہ کتب قضاوت نہیں ہوتیں اور نہ یہ پڑھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا کسی کا حق ضائع ہو جائے، کوئی بات نہیں، اسے حاکم جور کے پاس نہیں جانا چاہئے۔یہاں مزید سوال پیدا ہوتا ہے کہ حاکم جور کی تعریف کیا ہے اور طاغوت کسے کہتے ہیں۔

۱۶۔مقدار حریم:

کہتے ہیں جس طرح گھر کا حریم ہوتا ہے، گاؤں محلّہ کا بھی حریم ہوتا ہے۔اس کی مقدار گزوں میں ہوتی ہے یا میلوں میں؟ اسی طرح نالوں اور پہاڑوں کے بارے میں حکم شرعی ابھی تک واضح صورت میں سامنے نہیں آیا بلتستان میں ایسی بہت سی جگہیں ہیں جہاں شیعہ عوام الناس حسین اور اصحاب واہلبیت حسین پر عمر سعد اور شمر کی طرف سے فرات پر قبضہ کی مصیبت پر آنکھوں سے برسات برساتے ہیں لیکن خود نالوں کے پانی پر ظالمانہ قابض ہیں۔بعض جگہ پانی دریا میں بہہ جاتا ہے لیکن پڑوس والوں کو نہیں دیتے، ان کی فصلیں سوکھ جاتی ہیں یہاں علماء قضاوۃ سرکاری کارندوں کی طرح موقع دیکھنے کیلئے تشریف لیجاتے ہیں لیکن فیصلہ سرکاری کاغذات پر قبضہ کے مطابق کرتے ہیں جبکہ سرکاری تقسیم بندی ڈوگرہ راج کی طرف سے کی گئی ہے گویا یہ شریعت محمدی کو ڈوگرہ راج کی شریعت کی روشنی میں چلاتے ہیں۔اس پر قبضے کی کیا بنیاد ہے، کس کو یہ حق دیا جاتا ہے، اسے واضح فرمادیں۔

۱۷۔ولایت اطفال:

باپ اپنی ولایت استعمال کرکے اپنے نابالغ بچوں کو کسی کے عقد میں دیتے یا لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ عقد نافذ ہے، بچے بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ نہیں کرسکتے۔اس کی دلیل وسند میں فتوائے مشہور سے استناد ہے یا یہ کسی آیت یا روایت سے مستند ہے۔کیا اس ولایت کو استعمال کرنے کی حد بچے کے لئے ایک ناقابل جبران خسارے تک محدود ہے۔دوسرا صرف محرم بننے کے لئے چھوٹے بچوں کا بڑوں کے ساتھ عقد متعہ کرتے ہیں تاکہ اس بچے کی ماں انکی محرم بن جائے یہ کس آیت وسنت وسند شرعی سے استناد ہے؟ کیا یہ بھی مسلمات کے سہارے رائج ہے۔یہ مسئلہ بھی وضاحت طلب ہے۔

۱۸۔معجزہ:

معجزہ مقابل کو تحدی کرنا، اسے عاجز وقاصر کرنا ہے۔یہ کلمہ مصطلح علمائے کلام ہے اور قرآن میں مستعمل کلمہ ''آیت'' کا بدیل ہے۔معجزہ یعنی وہ نشانی جو صدق وصداقت نبی بنا ہے اور دوسرے افراد ایسے اعمال بجالانے سے عاجز وقاصر ہیں۔عام محاورے میں اسے خرق عادت عمل کہتے ہیں۔اسی طرح دوسری جنس و نوع یعنی سحر، جادو اور ابتدائی سائنسی انکشافات لانے والے بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں اور اس حوالے سے دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔لیکن عند التحقیق جادو، سحر کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔فرعون کے ساحرین نے جب رسیاں پھینکیں جو سانپ کی شکل اختیار کر گئیں تو اللہ نے موسیٰ سے کہا ان سے مت ڈرو یہ کوئی گزند نہیں پہنچا سکتیں۔اسی طرح سائنسی ایجادات اپنے ابتدائی اور آخری مرحلے میں دو صفات کی حامل ہیں۔ایک یہ ایجادات ہمیشہ استعمال میں رہنے اور استفادہ میں اپنے علاوہ دوسری کئی چیزوں کی نیازمند ہوتی ہیں۔مثلاً خون سے جراثیم کشف کرنا، دل کی دھڑکن کے اعداد وشمار بتانا، فاصلہ سے متکلم کی گفتگو اور حرکات وسکنات دیکھنا، یہ سب سمع وبصری آلات، بجلی وغیرہ کے نیازمند ہیں۔دوسرا یہ تعلیم وتعلم سے حاصل ہوتے اور وہ خود سیکھ کر دوسروں کو سکھا سکتے ہیں۔لیکن معجزے کی نہ تو تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے اور نہ اسکی کسی دوسرے کو تعلیم دی جاسکتی ہے۔موسیٰ کسی کو عصا سے اژدھا بنانے کا طریقہ نہیں بتا سکتے تھے، عیسیٰ مردے کو زندہ کرنے کا طریقہ نہیں سکھا سکتے تھے۔اگر ایسا ممکن ہوتا تو بہت سے کافر وملحد دعویٰ نبوت اور اللہ سے ارتباط کا دعویٰ کرتے اور سچے اور کاذب میں فرق کرنا ممکن نہ ہوتا۔

آپ سے سوال ہے آئمہ جن پر وحی نہیں ہوتی وہ نبی نہیں ہیں وہ معجزہ کیسے کرسکتے ہیں۔جیسے کتب روائی میں آیا ہے آئمہ معجزے کی جگہ کرامت دکھا سکتے ہیں۔اس طرح روایات میں آیا ہے اگر کوئی شخص چالیس دن خالصتاً اللہ کی عبادت کرے تو اللہ کہتا ہے میں تجھے اپنے جیسا بنا دونگا جو میں کرسکتا ہوں تو کرسکے گا۔اسی طرح صوفیاء چلا کشی اور ریاضت کے ذریعے یہ مقام حاصل کرسکتے ہیں اور خرق عادت اعمال بجالا سکتے ہیں۔یہاں فرق صرف نام کا رہ جاتا ہے۔دوسری طرف انبیاء نے ریاضت نہیں کی اور کوئی چلہ نہیں کاٹا۔موسیٰ کی طلب پر معجزہ نہیں آیا، وہ کسی کو سکھا بھی نہیں سکے اور بغیر مشقت وزحمت کے اسے حاصل کیا۔یہاں کس کا مرتبہ بلند ہوا، اگر ایک شخص کو یونیورسٹی میں اعزازی ڈگری ملی جبکہ دوسرے نے دن رات محنت ومشقت سے ڈگری حاصل کی، کیا یہاں دونوں میں فرق نہیں ہے۔

دوسرا ریاضت سے قدرت حاصل کرنے والوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہمارا مقام نبوت سے بلند ہے، جہاں نبی نہیں جا سکے ہم اس سے آگے گئے ہیں، انکا یہ بھی کہنا ہے نبی اللہ سے واسطہ یعنی فرشتوں وغیرہ سے لیتا ہے جبکہ ہم بغیر واسطے کے لیتے ہیں۔

ہمارا سوال ہے کیا اس صورت میں ختم نبوت کا کوئی تصور آپ کے پاس رہ جاتا ہے، کیا آپ مقام نبوت اور آئمہ اور صوفیا میں کوئی تمیز قائم کر سکتے ہیں۔ کیا ان عقائد سے دروازۂ نبوت نہیں کھلتا اور کاذبین اس سے استفادہ نہیں کر سکتے، کیا لوگ اس سے تعطیل شریعت تک نہیں پہنچے۔ ان تمام کے باوجود کیا آپ ان احادیث قدسی پر گفتگو کرنا یا لکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔ جن کے تحت آئمہ اور صوفیا یا تو انبیاً سے بلند مقام رکھتے ہیں یا کم از کم ان جیسے مقام کے حامل ہیں۔

۱۹۔ سادات کے پاؤں تلے دین وشریعت:

قرآن کی آیات میں نسب کی برتری کے نہ ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ﴿فَإِذا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلا أَنْسابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَ لا يَتَساءَلُونَ﴾ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو نہ رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ آپس میں کوئی ایک دوسرے کے حالات پوچھے گا۔ (سورہ مومنون ۱۰۱) پیغمبر اسلامؐ نے عرفات کے میدان اور مختلف مواقع پر فرمایا عصبیت کو ہم نے اپنے پاؤں تلے روند دیا ہے۔ لہٰذا سادات کی برتری رسالت کو شاہی نظام سے جوڑنے کے مترادف ہے جہاں شاہی خاندان کو دوسرے لوگوں پر برتری حاصل ہوتی ہے اور معاشرہ شاہی اور غیر شاہی طبقات میں تقسیم ہوتا ہے۔ چنانچہ نظام ازدواج میں کفو خاندانی کو بنیاد بنا کر ہزاروں سیدانیوں کو نعمت ازدواج سے محروم کیا گیا ہے لہٰذا یہ انکے لئے افتخار نہیں بلکہ عذاب اور بدبختی ہے۔ کیا تمام اصول وفروع کو اپنے پاؤں تلے روند کر بھی سادات محترم ہیں جہاں کہتے ہیں یہ جیسے بھی ہوں آخر سید ہیں۔

ہم ان مسائل کو اجتہاد وفقاہت کے بلند وبالا مقام کے پاس لے جانے سے اس لئے کتراتے ہیں کہ وہ ہمارے ان سوالات کا جواب درج ذیل صورت میں دیتے ہیں جو ہمارے کسی درد کی دوا نہیں بن سکتے مثلاً:

۱۔ ہم فتویٰ دیتے ہیں، دلیل بیان کرنے کی جگہ درس خارج ہے۔

۲۔ تمہاری کیا حیثیت ہے کہ ہم سے دلیل کا مطالبہ کرو تم کو سیوطی بھی نہیں آتی، تمہارا یہ عمل عرش پر قدم رکھنے کے مترادف ہے۔

۳۔ اگر دلیل چاہیے تو حوزے میں آ کر کسی مدرسہ میں داخل ہو جائیں۔

۴۔ ہمارے فتوئ کو رد کرنا فرمان امام زمان کو رد کرنے کے برابر ہے۔

۵۔ ہر چیز کی دلیل نہیں ہوتی، حکم مرجع بھی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

چونکہ آپ حضرات نے اپنے قدم ابھی پا بہ مسند افتاء پر نہیں رکھے آپ ان فُلَـتْ فُلَـتْ کے اقیانوس میں تیر رہے ہیں اس لیے ہم آپ حضرات کے اوقات کے متصدع اوقات ہوئے ہیں۔ راقم سطور قارئین ذی قدر سے امید واثق رکھتا ہے کہ آپ حضرات مجھے دلیل سے نوازیں گے۔

آخر میں گرامی قدر آغا جواد نقوی و دیگر علمائے دینی و قائدین احزاب ومقتدر حکمران سیاسی وعسکری سے خاشعانہ استفہام واستفسار ہے اگر آپ اس ملک کی سالمیت کے خواہاں ہیں اور اس حوالے سے کسی قسم کے فتور ونفاق کا شکار نہیں ہیں اور بقول قوم پرست آپ کو مادر وطن سے محبت ولگاؤ ہے۔ آپ دہشت گردی و انتہاپسندی کے خاتمے اور اس ملک وملت کو متحد کرنے کیلئے بے چین و بے قرار ہیں تو اس کا مداوا وحل صرف اور صرف اسلام کے ہی ذریعے ممکن ہے۔ اسلام ہی انہیں متحد کر سکتا ہے لیکن اسلام اور کفر وشرک میں اتحاد حسب تصریح قرآن قل یاایها الکافرون ناممکن ہے۔ فرقے اسلام میں ایک قسم کے شرک کی حیثیت رکھتے ہیں نیز یہ خود کو سنبھال نہیں سکتے، آپس میں دست وگریباں ہیں۔ آج خود سنی آپس میں دست وگریباں ہیں شیعوں کے کتنے قائدین بن چکے ہیں اور نہ جانے ابھی اور کتنے بننے ہیں۔ انکی آپس میں طنزیہ لفاظی کی جنگ جاری ہے۔ چنانچہ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ فرقے ملک کو بچا نہیں سکتے انہوں نے ہی ملک کو جہنم کے اس دھانے تک پہنچایا ہے۔ دوسری طرف اس ملک کے جیالے اور ایٹم بم بھی اسے بچا نہیں سکتے۔ اس ملک کو تنہا اسلام ہی نجات دلا سکتا ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر ہی حاصل کیا

گیا ہے گرچہ بعد میں منافقین اور سیکولروں نے چور دروازے سے اقتدار پر قبضہ کیا۔اس لئے انہیں اور اقلیتوں کو اسلام سے چڑ ہے۔مسلمانوں اور ملک کی وحدت اسلام سے ہی ممکن ہے۔یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کی وضاحت جناح اور اقبال کی سنت وسیرت میں نہیں بلکہ اسلام کا بیان قرآن و سنت میں ہے۔

والسلام علی من قال ''القرآن والسنۃ''

علی شرف الدین

محرم الحرام ۱۴۳۵ھ ق

☆☆☆☆----☆☆☆☆----☆☆☆☆

مصادر و منابع دارالثقافه الاسلامیه سے عروۃ الوثقیٰ

۱۔مشرب ناب

۲۔پرانے ذهنی گم گشته صفحات

۳۔تحریک فقه جعفریه کی تاریخ

٤۔پاکستان میں شیعوں کی جد و جهد

۵۔فقهاء و مجتهدین کے فتاویٰ حکومتی غیر شیعی اور منحرف شیعه کے املاک کے بارے

٦۔حوزات و مدارس پر نگارشات

۷۔هماري سیاست و ثقافت

۸۔حیات و فرمودات امام خمینی و رهبر معظم

۹۔پاکستان میں فرقه وارنه تشدد کے بارے میں کتب اور کالم روزنامه ایکسپریس اور دنیا

۱۰۔پاکستان میں اتحاد اسلامی

۱۱۔حکومت اسلامی امام خمینی

۱۲۔پاکستان میں مسولین ایرانی کی دینی خدمات

۱۳۔هفته روز تحریک

۱٤۔قرآن میں شعر و شاعری

۱۵۔هفته روز صداقت

۱٦۔فصلنامه وحدت

۱۷۔ نوائے اسلام

۱۸۔اقبال در مدح محمد و آل محمد

۱۹۔مجله مدینه العلم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دار الثقافة اسلامیہ کی یغمیٰ گری کے موجب تالیفات

تفسیر عاشورا
تفسیر قیام امام حسین
انتخاب مصائب
اسرار قیام امام حسین
اصول عزاداری
عزاداری کیوں
مثالی عزاداری
معجم مولفین قیام امام حسین
قرآنیات
قرآن سے پوچھو
قرآن اور مکتب تشیع
اٹھو قرآن سے دفاع کرو
اہل ذکر سے پوچھو کے جوابات
قرآن میں شعر و شعراء
قرآن میں مذکر و مونث
انبیاء قرآن حضرت محمد
انبیاء قرآن نوح و ابراہیم

انبیاء قرآن موسیٰ و عیسیٰ
انبیاء قرآن ھود صالح لوط یعقوب و یوسف
تاریخ
۱۔ مدخل الدرسۃ التاریخ
۲۔ دور رشد و رشادت
۳۔ دور ضالہ
۴۔ دور لحادہ
حج و عمرہ
معجم حج و حجاج
متفرقات
شیعہ اہل بیت
باطنیہ و بناتھا
متنوعہ
دفاعیات
فصلنامہ عدالت
فصل جواب

جواب سے لاجواب
جوابات صارخہ
صرخہ حق
مکتوبات شرف الدین
افق گفتگو
حوزات و مدارس پر نگارشات
ہماری سیاست و ثقافت
جواب شکوہ
شکوں کے جواب
عقائد و رسومات
علم اور دین
مجلّہ اعتقاد
ائمہ کے خلاف ائمہ کی جدوجہد
ترجمات
حضرات حسنین
تفسیر شہید الصدر

دار الثقافة الاسلامية پاکستان